January 1965

امیر ملت قبلہ عالم حضرت مولانا الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب

مسجد نور
علی پور سیداں شریف

زبدۃ العارفین شمس الملت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

مدیر اعلیٰ
غلام رسول گوہر

نگران اعلیٰ
جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیض روحانی اعلیٰحضرت عظیم البرکت سراج الملت والدین مولانا الحاج حافظ علامہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب قدس سرہ

بسرپرستی زبدۃ العارفین شمس الملت مولانا الحاج حافظ پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بظل حمایت زبدۃ العارفین شمس الملت مولانا الحاج حافظ پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی علی پوری

انجمن خدام الصوفیہ کا

دینی، مذہبی، شریعت و طریقت کا علمبردار، صوفیائے کرام کی جان اور

علمائے اُمت کا مرغوب قلب رسالہ

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

شمارہ ۵	رمضان ۱۳۸۴ھ جنوری ۱۹۶۵ء	جلد ۵۷

سرپرست حضرات سے -/۳۰ روپے معاونین کرام سے -/۲۰ روپے

نگران :- منبع رشد و ہدایت مولانا الحاج علامہ پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

مدیر و معاون :- مولانا عبدالعزیز صاحب مرتضائی قصوری

بدل اشتراک ۵/- روپے سالانہ

مولانا غلام رسول گوہر ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور سے چھپوا کر دفتر انوار الصوفیہ کوٹ عثمان خاں قصور سے شائع کیا

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 68 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

محمد محمود معزوی جماعتي
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1	1960 October	21	1972 May	41	1971 Janu Feb
2	1961 July	22	1972 December	42	1973 Agust
3	1961 December	23	1973 March	43	1973 Aril
4	1962 Feb	24	1973 March	44	1974 Agust September
5	1962 May	25	1973 December	45	1975 December
6	1962 October	26	1975 March	46	1976 March April
7	1963 January	27	1978 Feb	47	1979 June july
8	1963 June	28	1980 July	48	1980 Dec 1981 Janu
9	1963 September	29	1981 July	49	1980 October NOvember
10	1964 Feb	30	1982 Feb	50	1981 Jantaree
11	1964 March	31	1982 July	51	1982 1983 Dec Jan
12	1965 January	32	1984 April	52	1982 March April
13	1965 May	33	1959 Agust Rizwan	53	1982 May June
14	1965 July	34	1965 March Hanfi	54	1983 Feb March
15	1966 June	35	1967 April May	55	1983 May June
16	1969 Feb	36	1968 October November	56	1983 Nov Decemb
17	1969 December	37	1969 agust	57	1984 Jan Feb
18	1970 December	38	1969 March April	58	1984 October Jantare
19	1971 Feb	39	1970 May June	59	Aaena Khalq e Muhamadi
20	1971 November	40	1971 Agust	60	Majmua Hazar Masla

نعت شریف

صابر براری - کراچی

نہ ہو کیوں خلد برکف خوشنما دامن محمد کا | ہے ظل کبریا صلِّ علیٰ دامن محمد کا

رکھیں کیوں کر نہ سر پہ انبیاء دامن محمد کا | ہے بیشک سایۂ فضلِ خدا دامن محمد کا

شفا پاتے ہیں آ آ کر مریضِ عشق اس ظل میں | وہ ہے فرحت اثر اور جانفزا دامن محمد کا

چلا آتا ہے انبوہِ خلائق اس کے سائے میں | کشادہ کتنا ہے صلِّ علیٰ دامن محمد کا

یہ دنیا اس کی دنیا ہے وہ عقبیٰ اسکی عقبیٰ ہے | مقدر سے جسے ہاتھ آگیا دامن محمد کا

حسابِ قبر کا ہے ڈر نہ خوفِ عرصۂ محشر | مرے ہاتھوں میں جب سے آگیا دامن محمد کا

گناہگارانِ اُمت کو نہیں ہے خوف سوائی | کہ بن کے ابرِ رحمت چھا گیا دامن محمد کا

بصد تعظیم رضواں نے مجھے دی دعوتِ جنت | جو دیکھا ہاتھ میں روزِ جزا دامن محمد کا

مری بخشش کا ساماں مل گیا ہے مجھ کو اے صابر
بفضلِ رب وسیلہ غوث کا دامن محمد کا

درس حدیث
(مسلسل)

مدیر مسئول

امر بالمعروف

عن ابی بکر الصدیق قال یا ایہا الناس انکم تقرؤن ہٰذہ الاٰیۃ یا ایہا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اہتدیتم فانی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان الناس اذا رأوا منکرا فلم یغیروہ یوشک ان یعمہم اللہ بعقابہ رواہ ابن ماجۃ والترمذی وصححہ ـ وفی روایۃ اذا رأوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمہم اللہ بعقاب وفی اخریٰ لہ مامن قوم یعمل فیہم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لایغیرون الایوشک ان یعمہم اللہ بعقاب وفی اخریٰ مامن قوم یعمل فیہم بالمعاصی اکثر ممن یعملہ ـ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۶

ترجمہ :- ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! تحقیق تم اس آیت کو پڑھتے ہو۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ تم اپنے نفسوں کو لازم پکڑو۔ تم کو نقصان نہیں دے گا جو گمراہ ہوا۔ جب کہ تم ہدایت پر ہو۔ پس تحقیق میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے تحقیق لوگ جب دیکھیں گے برائی کو اور اس کو نہیں بدلیں گے۔ تو قریب ہے کہ اللہ عام کرے ان سب پر اپنے عذاب کو۔ اور ایک روایت میں ہے جب دیکھیں گے ظالم کو اور نہیں پکڑیں گے اس کے ہاتھوں کو تو قریب ہے کہ عام کرے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کو۔ اور اس کی ایک دوسری روایت میں ہے۔ نہیں کوئی قوم کہ کیا جائے ان میں عمل ساتھ گناہوں کے اور وہ قادر ہوں اس کے بدلنے پر پھر وہ نہ بدلیں۔ خبردار! قریب ہے کہ عام کرے ان پر اللہ تعالیٰ عذاب کو۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے۔ نہیں کوئی قوم کہ کیا جائے ان میں عمل ساتھ گناہوں کے اور وہ گناہ کرنے والے اکثر ہوں۔

قرآن پاک کی آیت یا ایہا الذین اٰمنوا علیکم سے بعض لوگوں نے یہ مفہوم نکال لیا تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں ہے۔ جب آدمی خود نیک ہو تو جو لوگ گناہ کرتے ہیں اور فسق و فجور کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کا وجود صالحین کے لئے مضر نہیں یعنی نہ تو دنیا میں ان کے سبب سے صالحین مبتلائے عذاب ہونگے

اور نہ ہی قیامت کے دن صالحین سے ان کی بابت پرسش ہو گی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی غلط فہمی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث سے دور فرمایا۔ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب اہل اسلام کے سامنے کسی ایسی چیز کا وجود ہو جس کو دین اسلام نے قابل انکار قرار دیا ہے۔ تو اہل اسلام کے لئے واجب ہے کہ اس کے وجود کو بدل دیں۔ تاکہ کوئی اس کا ارتکاب نہ کرے۔ اگر نہیں بدلیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ نہ صرف منکرات کا ارتکاب کرنے والوں پر اپنا عذاب نازل کرے گا۔ بلکہ صالحین کو بھی وہ عذاب عام ہو گا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کی تین روایتیں اور بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک عمل بالمعاصی کا ذکر ہے اور ایک میں ظالم شخص کا ذکر ہے۔ جو لوگوں میں ظلم کرتا ہے اور کوئی اس پر گرفت نہیں کرتا بلکہ اس کو ظلم و تعدی میں قوم نے آزادی اور چھٹی دے رکھی ہے۔ اس کا محاسبہ نہیں کرتی۔ ایک میں یہ بتایا گیا ہے کہ معاصی کا عمل کرنے والوں کی تعداد ان لوگوں سے زیادہ ہو جو معاصی سے احتراز کرتے ہیں۔ ایسے حال میں اللہ کا عذاب عام نازل ہوتا ہے۔ اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا جاتا۔

اب اپنے زمانہ کے حال پر غور کرو کہ ہمارے سامنے منکرات و فواحش کا وجود کس قدر ہے۔ بے حجابی بے پردگی عریانی۔ عورتوں کا بازاروں میں مردوں کے دوش بدوش پھرنا اور دکانوں سے حسب منشا خورد سودا خریدنا۔ غیر محرموں کے ساتھ اختلاط وارتباط کرنا۔ جو منصب مردوں کے لئے مخصوص تھے ان میں عورتوں کا شریک ہونا۔ زنا۔ بدکاری۔ لواطت کی کثرت، لہو و لعب کے اڈے، شراب نوشی اور منشیات کا استعمال۔ عائلی قوانین کا نفاذ جس پر سوائے ایک دو کے جو اہل سنت وجماعت سے بھی نہیں ہیں تمام علماء نے تقریراً و تحریراً احتجاج کیا تھا۔ اس قانون کی بدولت کئی نیک اور بزرگ آئمہ مساجد کو سرزنش اور تنبیہہ بھی ہوئی۔ ان کو نوٹس بھیجے گئے ان کو یونین کونسلوں میں بلایا گیا اور ان کو رجسٹر کی بعض غلطیوں پر پرسش کی گئی۔ کئی ایک کو جرمانے ہوئے اور سزائیں ہوئیں وغیرہ وغیرہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو آگاہ کیا ہے کہ اگر تم ان منکرات پر خط تنسیخ کھینچنے میں تساہل سے کام لو گے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو گا جو تمہارے اچھوں کو بھی اسی طرح پکڑے گا جس طرح اس نے تمہارے بروں کو پکڑا ہو گا۔

کوہاٹ میں ہر جمعہ کو عشاء کی نماز کے بعد بابو غلام حسین صاحب کے مکان پر حلقۂ ذکر ہوتا ہے۔ جس کا پروگرام یہ ہے۔ ختم شریف۔ شجرہ شریف۔ قرآن خوانی۔ نعت خوانی ہوتی ہے۔ اور صوفی محمد اکبر صاحب ملفوظات طیبات آفتاب عالم تاب پڑھ کر سناتے ہیں۔ حاضرین کی تعداد اچھی ہوتی ہے۔ سب یاران طریقت ذوق و شوق سے شامل ہوتے ہیں۔

• مدیرِ مسئول •

ماہِ صیام

ماہِ رمضان کا روزہ ارکانِ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ روزہ بھی نماز کی طرح بدنی عبادت ہے۔ اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ غریب امیر سب پر فرض ہے۔ مکہ معظمہ میں قبل از ہجرت نماز ہی فرض ہوئی تھی۔ باقی تین ارکان روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج مدینہ منورہ میں ہجرت سے بعد فرض ہوئے تھے۔ ہر عبادت کے تشریعی احکام ہیں جن کے لحاظ سے اس عبادت کو ادا کیا جاتا ہے وہی عبادت اپنے معیار پر پوری اور صحیح اترتی ہے۔ جو اپنے احکام کے عین مطابق ہو۔ عوام میں روزہ رکھنے کا اشتیاق بہت ہے لیکن اکثر اس کے احکام سے بے بہرہ ہیں اس لئے وہ ان احکام کی پاسداری کئے بغیر روزہ رکھتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ بھوک اور پیاس کی غیر معمولی شدت کو برداشت کرنے کے باوجود بھی روزہ کے نہ صرف اصل مقصد سے محروم رہتے ہیں بلکہ ثواب بھی نہیں پاتے۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا۔ کم من صائم لیس لہٗ من صیامہٖ الا الظماء وکم من قائم لیس لہٗ من قیامہٖ الا السھر (مشکوٰۃ) کئی ایسے روزہ دار ہیں کہ ان کو اپنے روزے سے سوائے پیاس کے کچھ بھی نہیں ملتا۔ اور کئی ایسے رات کو قیام کرنے والے ہیں کہ ان کو اپنے قیام سے سوائے بیخوابی کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

اس لئے ہر مسلمان کے لئے واجب ہے کہ وہ روزے کے احکام و مسائل سے آشنا اور باخبر ہو۔ ذیل میں ہم قارئین کی سہولت کے لئے روزے کے مسائل لکھتے ہیں۔

روزہ کے مسائل

روزہ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے، پینے اور عورت سے جماع کرنے سے اپنے نفس کو روکنے کا نام ہے۔ صبح صادق پَوہ پھٹنے کا نام ہے۔ صبحیں دو ہیں۔ ایک صبح کاذب اس وقت مشرق کی جانب آسمان کے کنارے طول میں روشنی نمودار ہوتی ہے اور پھر گم ہو جاتی ہے۔ اس میں کھانا پینا جائز ہے۔ اس کے بعد صبح صادق ہوتی ہے۔ اس وقت آسمان کے عرض میں روشنی پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ بڑھتی جاتی ہے۔ اس وقت کھانا پینا ممنوع ہو جاتا ہے۔ اسی صبح سے روزے کا آغاز ہوتا ہے۔ اور سورج کے غروب پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔ اگر کسی نے صبح صادق کے

طلوع ہونے کے وقت یا اس کے بعد کھایا پیا اگرچہ کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ اس کو اس روزہ کے بدلے ایک روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ عام طور پر لوگوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ جب تک مسجد میں اذان نہ ہو (اور وہ بھی اپنی مسجد میں) بیدھڑک کھاتے رہتے ہیں۔ یا کوئی کھا رہا ہو اور مسجد میں مؤذن نے اذان شروع کی تو گھر والے اس کو کہتے ہیں جلدی جلدی کھالے ابھی وقت ہے۔ یا کہتے ہیں وہابیوں کی مسجد کی اذان ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ سب باتیں بے احتیاطی کی اور دین سے ناواقفی کی ہیں۔ مسجدوں میں اذان صبح صادق کے طلوع کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ اس کے طلوع ہونے کے چند منٹ بعد میں ہوتی ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ اذان کے بھروسہ پر نہ رہے بلکہ اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اپنی آنکھوں سے صبح صادق کے طلوع کو دیکھے اور اس کا بلند آواز یا لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ یا ڈھول وغیرہ کے ذریعہ سے اعلان کردے یا چھپے ہوئے نقشوں کے مطابق اپنی گھڑی سے صبح صادق کے طلوع کے وقت کو متعین کرے۔ اسی طرح لوگ روزہ کے افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔ حالانکہ سورج کے غروب ہونے کے فوراً بعد روزہ افطار کرنے کا حکم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَحَبُّ عِبَادِی اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا (مشکوٰۃ) میرے بندوں سے بہت محبوب میری طرف وہ ہے جو روزہ افطار کرنے میں دیر نہیں کرتا۔ یعنی اِدھر سورج غروب ہوا اُدھر اس نے روزہ افطار کر لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سحری کھانے میں تاخیر کا اور روزہ افطار کرنے میں تعجیل کا حکم دیا ہے۔ جب روزہ افطار کرے تو یہ دعا پڑھے ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ۔ پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور انشاء اللہ ثواب ثابت ہو گیا۔ کئی آدمی سحری کا کھانا کھائے بغیر روزہ رکھنے کو افضل جانتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ سحری کا کھانا کھا کر روزہ رکھنا مسنون ہے۔ اور اس کھانے میں برکت رکھی ہوئی ہے۔ ہمارے اور پہلی اُمتوں کے روزے کے درمیان یہی فرق ہے کہ ہم سحری کا کھانا کھا کر روزہ رکھتے ہیں اور وہ یہ کھائے بغیر رکھتے تھے

روزہ جن چیزوں سے فاسد ہوتا ہے

صحبت کرنا یا کھانا پینا روزہ کو توڑتا ہے اور قضا بھی لازم آتی ہے اور کفارہ بھی۔ اگر بھول کر یہ کام کرے تو روزہ نہیں جاتا۔ روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو (یعنی اتنی قیمت کا مقدور نہیں رکھتا یا اس ملک میں غلام نہیں ملتا جیسے آجکل پاک و ہند میں) تو متواتر سات روزے رکھے۔ اگر روزہ کی بھی طاقت نہ ہو تو سات مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جن لوگوں کو پہلے وقت کھانا کھلایا تھا انہیں کو دوسرے وقت کھلائے۔ اگر کھانا کھلانے کی بجائے جو یا خرما یا چنا دینا چاہے تو ہر مسکین کو سوا چار سیر دینا پڑے گا۔ اگر ہر ایک مسکین کو دو سیر دو چھٹانک گیہوں یا اس

کی قیمت دیدے تو بھی جائز ہے۔ اگر کسی عورت نے قصداً کھا کر یا پی کر روزہ توڑ ڈالا اور پھر اسی روز حیض آ گیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا اور قضا لازم ہو گی۔ کسی شخص پر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب تھا اور پھر اسی روز بیمار ہو گیا تو کفارہ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا صرف قضا رہے گی۔ اگر مسافر اپنے وطن میں پہنچا اور اسی دن روزہ توڑ ڈالا تو صرف قضا آئے گی کفارہ نہیں۔ نابالغ لڑکا یا لڑکی یا مجنون آدمی اپنا روزہ توڑ ڈالے تو کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ ماہ رمضان کے سوا اگر کسی اور قضا یا نذر یا کفارہ یا نفل روزے کو توڑ ڈالے تو کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ صرف قضا واجب ہوتی ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں جاتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا مسواک کرنا۔ سر یا مونچھوں پر تیل لگانا آنکھوں میں دوا ڈالنا۔ سرمہ لگانا مکروہ نہیں۔ سرمہ لگا کر سو رہنے سے بھی روزے کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اگر انزال سے امن ہو تو عورت کا بوسہ لینا بھی مکروہ نہیں ہے۔ ورنہ مکروہ ہے۔ خوشبو سونگھنا مکروہ نہیں۔ بی بی کے لئے اگر خاوند ظالم ہو تو ہانڈی کا نمک چکھنا بھی مکروہ نہیں ہے۔ نمک چکھ کر تھوک دینا چاہیئے۔ گرمی اور پیاس کی وجہ سے غسل کرنا اور کپڑا تر کر کے بدن پر لپیٹنا مکروہ نہیں۔

وہ چیزیں جو روزوں میں مکروہ ہیں لیکن روزہ ان سے فاسد نہیں ہوتا بلا ضرورت کسی چیز کو چبانا یا نمک وغیرہ چکھ کر تھوک دینا۔ تمام دن جنابت میں رہنا۔ فصد کرنا۔ روزے کی حالت میں غیبت کرنے سے روزہ تو فاسد نہیں ہوتا مگر ہے بہت حرام۔ اس سے روزہ سخت مکروہ ہو جاتا ہے۔ روزے میں لڑنا جھگڑنا گالی دینا مکروہ ہے۔ عموماً مساجد میں افطاری کی چیزوں کو بانٹنے کے وقت مسجد کے نمازیوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے یہ اچھا نہیں ہے۔ بہتر ہے روزہ گھر افطار کرے تاکہ اس جھگڑے اور طمع و حرص سے نجات پائے۔

وہ عذر جن سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اگر مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو رمضان میں روزہ نہ رکھے۔ رمضان کے بعد تندرستی ہو تو جتنے روزے نہیں رکھے اتنے روزوں کی قضا دے لے۔ اسی طرح حمل والی عورت کو اگر اپنی جان یا بچے کے متعلق نقصان کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح مسافر کو اجازت ہے کہ حالت سفر میں روزہ نہ رکھے۔ دودھ پلانے والی عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ جن کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے ان پر واجب ہے کہ قدرت حاصل ہونے کے بعد ان روزوں کو جو چھوڑے ہیں قضا دیں۔ شیخ فانی یعنی بہت بوڑھا جس کو آئندہ روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہونے کا امکان بھی نہیں اس کے لئے یہ حکم ہے کہ روزہ نہ رکھے اور اس کا فدیہ ہر روز

ادبی صفحہ

گرم گرم آنسو

(عبدالرسول مرتضائی کوٹ غلام محمد خاں قصور)

سورج غروب ہو رہا تھا۔ شام کے سائے بڑھ رہے تھے۔ یکایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ پھر سرد ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ ہوا نے چاروں طرف بادل بکھیر دئیے۔ ہوا خنک ہوتی گئی۔ میں خیالات میں اتنا کھویا ہوا تھا۔ مجھے محو خیالات دیکھ کر بادلوں سے نہ رہا گیا اور وہ آنسو بہانے لگے۔ اور جب موٹے موٹے آنسو باہر ٹین کی چھت پر گرے تو اس آواز نے مجھے چونکا دیا۔ موسم خوفناک تھا جس نے مجھے مزید غموں اور یادِ ماضی میں دھکیل دیا۔ سرد جھونکے میرے پاس سے گذر رہے تھے۔ مگر میرے غم نے مجھے کچھ محسوس نہ ہونے دیا۔ مجھے جبیں رہ رہ کر یاد آ رہی تھی۔ اس کے حسین تصورات اور ماضی کی دلفریب یادیں مجھے بے قرار کر رہی تھیں۔ آہ! کبھی ہم بچپن میں گہرے دوست تھے۔ وہ مجھ سے ایک پل جُدا نہ ہوتی تھی اور میں اُس سے۔ ہمارے والدین کے آپس میں گہرے مراسم تھے۔ جس نے ہماری محبت کی رسی کو ریشمی فیتہ بنا دیا۔

ہائے جبیں تم سب کچھ بھول گئیں۔ تم نے اپنے جاوید کو بھی بھلا دیا۔ وہ جاوید جب ہم کھیلتے اور تمہارا ذکر کرو جب تم کو لینے آتا تو تم کہتی "اوئی اللہ"! جاوید! مجھے کہیں چھپا دو۔ یہ ہمیں پسند کرتے ہیں۔" مگر چند سالوں کے بعد پتہ نہیں کیا طوفان اُٹھا ہر کوئی ہماری محبت پر رشک کرنے لگا اور ہمارے ملنے پر پابندی لگا دی۔ مگر ہم صبح شام میں چھپ چھپ کر ملتے رہے۔ دوستی بڑھتی ہی گئی اور آخر ہم نے ایک ساتھ آئندہ زندگی گذارنے کے عہد و پیمان باندھے ....

میرا ایف۔ اے کے امتحان کا نتیجہ نکلا تو میں لاہور بی۔ اے میں داخل ہو گیا۔ میں تم سے عارضی طور پر جدا ہو گیا۔ مگر ...... جبیں! تم اپنے جاوید کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے چلی گئیں۔ تمہیں پانے کی تمنا لئے تمہارا جاوید اس زندگی کے دن گذار رہا ہے۔ اس منزل تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر تقدیر نے ساتھ نہ دیا۔ حتیٰ کہ اس کی اپنی ٹانگیں اُسے جواب دے گئیں۔

میں آج بھی تمہاری راہ تک رہا ہوں۔ جبیں واقعی میں تجھے اپنا نہ سکا۔ افسوس میں تیری محبت کا صحیح اندازہ

نہ کر سکا۔ میں نے تیرے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔ جس کا اب میں خمیازہ بھگت رہا ہوں۔ تم نے مجھے اپنا بنایا اور اپنی محبت سے نوازا۔ مگر میں نے تمسخر اڑایا۔ میں نے تیرے جذبات اور تیری معصوم تمناؤں کو خاک میں ملا دیا۔ میں نہ جانتا تھا کہ تصویر کا دوسرا رخ کتنا عظیم ہے۔ جس دن سے تم سے بچھڑا ہوں اُس دن سے ایک پل بھی سکون و آرام نہیں ملا۔ آج پھر تمہارے آنسوؤں اور آہوں کا نقشہ میرے دل میں سما گیا ہے۔ میں بھنور میں پھنس گیا ہوں۔ اور شائد اب نہ نکل سکوں۔ مگر ایسی کٹھن حالت میں بھی تیری یاد دل میں پیوست ہے۔ اے میری جبین! یہی یاد ہی تو ہے جس کے سہارے جی رہا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے تم اُن سرخ اناروں میں کھڑی کہہ رہی ہو۔ جاوید! تم نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے۔ صبر کرو۔ تم چلی گئیں۔ مگر اپنے ساتھی کو اس دنیا کے ظلم و ستم سہنے کے لئے چھوڑ گئیں۔ میں وہ دیپ ہوں جو کہ آندھی میں ٹمٹما رہا ہو اور ان محبت کے پروانوں پر آنسو بہا رہا ہو جو اُس پر قربان ہو گئے ہوں۔

جبیں! خدا گواہ ہے میرے دل کا۔ میرا کوئی قصور نہیں۔ ہوتا وہی ہے جو اس قادر مطلق کو منظور ہوتا ہے۔ تم اب سامنے کھڑی کیا پوچھ رہی ہو؟

ہاں۔ اچھا یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ یہ اندوہناک خیالات، یہ المیہ کیسے وقوع پذیر ہوا۔ جب میں لاہور آ گیا تو جانتی ہو میرا پہلا خط کتنا جذباتی تھا۔ آہ خدا! میں نے رو رو کر اپنا کیا حال بنا لیا تھا۔ تم نے بھی خط و کتابت جاری رکھی۔ اور ہمارے تعلقات صحیح رہے۔ مگر پھر یکدم ایک زلزلہ آیا اور تمہارے خطوط آنے بند ہو گئے۔ اُدھر وہ دن میرے امتحان میں تھے۔ میں عجیب خیالات میں کھو گیا۔ میں تمہارے تک جلد پہنچنا چاہتا تھا۔ مگر فرض نے اجازت نہ دی۔ آہ ..... امتحان میں یہ جانکاہ خبر سنی کہ میری جبیں کی انگلی میں سرخ نگ والی انگوٹھی پہنا دی گئی ہے۔ تمہارے جاوید پر غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اور آج تک اُس کی روح تڑپ رہی ہے۔ امتحان کیا دینا تھا۔ پیاری میں نے تم کو بے وفا کہا۔ دھوکہ باز تک تصور کیا۔ مجھے جنون ہو گیا۔ مجھے عورت ذات سے نفرت ہونے لگی۔ میں تم سے الگ رہ سکتا تھا مگر تمہیں کسی دوسرے کا نہ دیکھ سکتا تھا۔ جبیں مجھے معاف کر دینا، مجھے کیا حق تھا ہمارے تو صرف دوستانہ تعلقات تھے۔ اچھا جیسی زندگی گذرے گی گذار لیں گے۔ ہنس کر نہ سہی رو کر ہی سہی چلو سمجھیں گے کہ بغیر سہارے کے جی رہے ہیں۔

آخر میں نے تمہاری منگنی کی مبارکباد کے لئے تحفہ خریدنا تھا۔ میں انار کلی سے ایک قیمتی تحفہ لا یا اور اپنے شہر کے اسٹیشن سے ٹیکسی لے کر سیدھا آپ کے گھر پہنچا۔ گھر سنسان تھا۔ باہر وہی نوکر تھا۔ کمرہ اور وہ بھی اُداس بیٹھا تھا۔ جب ہم کھیلا کرتے اور بہت دیر ہو جاتی تو تمہیں کر مو لینے آتا اور تم کہتی آؤ جاوید بھاگ جائیں۔

میں ٹیکسی سے باہر نکلا اور بہتمارا پوچھا - اُس کی آنکھیں رونے لگیں - یہ دیکھ کر میں گھبرا سا گیا اور اُسے
بٹھاتے ہوئے پوچھا -

بابا! تبا جبیں کدھر ہے؟

جبیں - آہ بیٹا جاوید - وہ بینی ٹوریم ہے - تم جلدی وہاں پہنچ جاؤ -

کیا کہہ رہے ہو! میں یک دم چیخ پڑا -

ہاں بابو تم بچھڑ گئے - اُس کے دل میں تمہاری عزت تھی - وہ تم کو دل وجان سے چاہتی تھی - اُس نے تمہاری خاطر زندگی قربان کر دی - اپنے آپ کو ایک مہلک بیماری لگوالی - اُس نے ایک ہی سانس میں بہت کچھ کہہ ڈالا -

میرا دل بیٹھ گیا - مجھے غشی ہونے لگی - اور میں اب سمجھا کہ بے چاری میری وجہ سے اس ویرانگی کو پہنچی - اُسے اور کوئی دکھ نہ تھا - اپنی خیالات نے میرے دیرینہ توہمات کو دور پھینک دیا اور مجھے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا - مجھے خود سے نفرت ہونے لگی - میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ تقدیر کا دوسرا رخ کتنا ظالم ہے -

بابو! کس سوچ میں ہو - جلدی پہنچو -

اوہ ...... آپ! بابا کرمو ...... ہاں پہنچتا ہوں - مگر بابا وہ تو اچھی بھلی تھی - مجھے باقاعدہ خط لکھتی رہی پھر یکایک خط آنے بند ہو گئے - یہ کیسے ہو گیا - یہ سب کچھ میں کیا سن رہا ہوں - یا خدا! یہ سب کچھ خواب ہو -

لو بیٹا جاتے جاتے یہ بھی سنتے جاؤ - تمہارے بعد جبیں کی منگنی اُن کے ایک رشتہ دار کے لڑکے عرفان سے کر دی گئی - بس اُس دن سے جبیں بی بی خاموش ہو گئی - چپ چپ رہنے لگی - اور اندر ہی اندر تمہارا غم کھائے جا رہا تھا - اور وہ ایک مہلک بیماری کا شکار ہو گئی - بڑے بڑے ڈاکٹر آئے مگر سب نے لا علاج قرار دیا - غشی ہونے لگی - پھر ایک دن غشی میں جاوید یا یوں تم کو بڑا یاد کر رہی تھی - تمہیں ہی پکار رہی تھی سب کو تمہاری دوستی کا تو پتہ ہی تھا - مگر یہ پتہ نہ تھا کہ تم دونوں نے زندگی ایک ساتھ گذارنے کا عہد کر رکھا ہے - جب بی بی کو ہوش آیا تو اُسے بڑے دلاسے دیئے اور آج منگنی بھی توڑ دی جاتی کہ یکدم اُس کی حالت خراب ہو گئی - تمہیں آج صبح تار دی گئی اور اُسے سینی ٹوریم لے جایا گیا - بے چاری تمہیں ہی یاد کرتی تھی -

بس کرو بابا - میں نے بہت کچھ سن لیا - مجھ میں مزید سننے کی طاقت نہیں -

اور میں دل میں عہد کر کے ٹیکسی میں بیٹھ گیا - جبیں! میں تجھ کو بچاؤں گا - میں اپنے جیون ساتھی کو کبھی جدا نہ ہونے دوں گا - خواہ میری زندگی بھی قربانی کی بھینٹ چڑھ جائے - جبیں! میں تیرے حسین تصورات

اور تیری معصوم صورت سے لئے کھویا بیٹھا تھا کہ یکدم خوفناک دھماکہ نے مجھے چونکا دیا۔ ٹیکسی ایک درخت میں دھنس چکی تھی اور میں بے خبر ہو گیا۔ پانچ روز کے بعد جب آنکھ کھلی تو میں سول ہسپتال کے ایک کمرے میں تھا۔ اور پہلی بار میں نے یہ محسوس کیا کہ میں ٹانگوں سے معذور ہو چکا ہوں۔ میری والدہ رو رو کر نڈھال ہو رہی تھی۔ والد بیچارے کا اس عظیم صدمہ سے برا حال تھا۔

تمہارے والد صاحب کا تو برا ہی حال تھا۔ وہ بھی آ گئے تھے۔ میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ جاوید بیٹا! آنکھیں تو کھولو میں کتنی دیر سے تمہارے پاس ہوں۔ جبیں تو تجھے چھوڑ گئی تمہیں پکارتے پکارتے۔ موت نے اُسے ہمیشہ کے لئے سُلا دیا۔ تم نے آنے میں دیر کیوں کر دی۔ میں اس غم کو کیسے برداشت کروں گا۔ اب تم میرے بیٹے ہو۔ شائد تم جلد آ جاتے تو واقعات کچھ اور ہوتے۔ مگر آہ....

تمہارا جاوید بہت بدنصیب ہے۔ مگر تمہیں تو میں وہ تحفہ بھی نہ دے سکا۔ مگر میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ ہاں ہے۔ ایک انمول اور قیمتی تحفہ، مگر حقیر سا۔ اس غریب اور غمزدہ انسان سے قبول فرماؤ۔ وہ ہیں میرے گرم گرم آنسو۔ آہ میری زندگی..... ایک ادھوری۔ اور۔ نامکمل خاکہ......

دیکھو سردی اب کتنی بڑھ گئی ہے۔ تمہارا سہارا چاہیئے۔ چلو جبیں مجھے سہارا دے دو۔ مجھے ان مصائب سے نجات دلاؤ۔ وہاں اُس نیلے آسمان پہ بلوا لو نا۔ بلوا لو نا۔ شائد مجھے وہاں آرام کا سانس میسر آ جائے ایسا آرام جو مجھے ساری زندگی نہ مل سکا۔

رسالہ کے معاونین حضرات

جنہوں نے زکوٰۃ سے رسالہ کی امداد فرمائی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔ ادارہ ان کا خلوص قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

۱۔ مستری غلام رسول صاحب سانده خورد لاہور۔ ۰۔۔۰۔۔ ۲۵

۲۔ جناب رئیس الاطبا حضرت مولانا خادم علی صاحب سیالکوٹ ۰۔۔۔۔ ۵

۳۔ جناب سراج الدین صاحب دھودی کا چھا لاہور ۰۔۔۰۔۔ ۱۰

۴۔ جناب شیخ محمد جماعتی ڈیرہ غازی خاں ۰۔۔۰۔۔ ۵

۰۔۔۰۔۔ ۴۵

اس رقم سے ۹ طلبا کے نام ایک سال کے لئے رسالہ جاری کیا گیا ہے۔ جن کے اسمائے گرامی آئندہ اشاعت میں لکھے جائینگے۔

قسط ۳
مسلسل

مدیر مسئول

تفسیر القرآن

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

مالک ہے بدلے کے دن کا۔ ہم تیری ہی عبادت کریں گے اور تجھ سے ہی مدد مانگیں گے۔ تو ہم کو سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہے اور نہ ان کا جو راستے سے بھٹک گئے ہیں۔

مالک حقیقی ہر چیز کا یہاں دنیا اور آخرت میں صرف اللہ ہی ہے۔ بدلے کے دن کی تخصیص جس سے قیامت یا عالم آخرت مراد ہے صرف اس لئے ہے کہ وہاں مجازی طور پر بھی کوئی شخص کسی چیز کے مالک ہونے کا مدعی نہیں ہوگا۔ وخص بالذکر لانہ لا ملک ظاہرا فیہ لاحد الا اللہ تعالیٰ۔ بدلیل۔ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار (جلالین) قیامت کے دن بجز ذات الٰہی کے کوئی مالک نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رب تعالیٰ فرمائے گا۔ آج کے دن کون مالک ہے کوئی جواب نہیں آئے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ خود ہی کہے گا آج ہر چیز کا ملک صرف اللہ کے لئے ہے جو ایک ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔ مالک اس کو کہا جاتا ہے جو اپنے بندوں پر امر و نہی کے ساتھ اپنا قانون نافذ کرنے کا حق رکھتا ہو۔ بعض نے کہا مالک وہ ہے جو اعیان کو عدم سے وجود میں لانے والا ہو۔ اور وہ بجز ذات باری کے کوئی نہیں ہے۔ دین کے معنی شریعت اور طاعت کے ہیں۔ مالک یوم الدین کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اس دن کا مالک ہے جس میں بندوں کو شریعت پر عمل کرنے کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ اول سورۃ سے لیکر مالک یوم الدین تک ثنا ہے۔ اور ثنا غیبت میں افضل ہوتی ہے اور ایاک نعبد سے آخر سورۃ تک دعا ہے اور دعا میں خطاب اولیٰ ہے۔ ایاک میں آخر تک خطاب ہے۔ ثنا کے بعد بندہ اقرار کرتا ہے کہ ہم تیری بندگی کریں گے۔ اس لئے کہ معبود ہونے کی جملہ صفات سے صرف تو ہی متصف ہے۔ اور عبادت اور وہ بھی خدا تعالیٰ کی چونکہ ایک نہایت مشکل امر ہے اس لئے ایاک نستعین کہا کہ ہم عبادت اور بندگی

میں تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں - تیری اعانت اور مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا -

جو اعانت اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اس سے مراد تکوینی اعتبار سے بندے کے لئے اس کے مطلوب کو پورا کرنے کے لئے اسباب کا مہیا کرنا ہے - اس میں کوئی شخص اس کے ساتھ شریک نہیں ہے - اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے کو مدد کے لئے بلانا یا خود کسی کی مدد کو پہنچ جانا یہ بھی من جملہ اسباب تکوینیہ سے ہے - اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے - اس سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا ہے کہ جس کو مدد کے لئے بلایا ہے وہ خدا تعالیٰ کے تکوینی امور میں شریک و سہیم ہے - بلکہ اس کو محض ایک سبب کی حیثیت سے استعمال کیا جا رہا ہے - بعض نے کہا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم اعانت کا بیان اور اس کا تعین ہے - گویا بندے نے جب کہا کہ ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو پوچھا گیا کیسی مدد؟ تو بندے نے عرض کیا تو ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے - یعنی ہماری ذہنی اور فکری قوی کو سیدھا راستہ جو تیری رضا اور خوشنودی کا باعث ہے دکھا دے اور عملی قوی کو اس پر چلنے کی توفیق دیدے - صراط مستقیم سے مراد اسلام - قرآن سنت رسول ہے - یعنی جو کام اسلام اور قرآن اور سنت رسول کے بالکل مطابق ہو - وہ صراط مستقیم ہے - اور جو کام ان کے برعکس ہو وہ ضلالت اور گمراہی اور ٹیڑھا راستہ ہے - صراط الذین انعمت علیہم واخیر تک صراط مستقیم ہی کا بیان اور اس کی شرح ہے - کہ سیدھا راستہ انہیں لوگوں کا ہے جن کو تو نے اپنی خوشنودی اور قرب خاص کی نعمت سے نوازا ہے اور وہ انبیا و صدیقین شہدا اور صالحین ہیں - ان کے برعکس ان لوگوں کا راستہ ہے - جن پر اللہ غضبناک ہے اور سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں - وہ یہود و نصاریٰ اور ان کے اشباہ ہیں -

امین - قرآن کا لفظ نہیں ہے - اس کے معنی استجب کے ہیں یعنے قبول کر - ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آمین کا معنیٰ کیا ہے - آپ نے فرمایا - اِفعَلْ یعنی کر - اس کے تلفظ کی دو صورتیں ہیں ایک مد کے ساتھ دوسری قصر کے ساتھ - یعنے بغیر مد کے - اول الذکر تلفظ کی صورت یہ ہو گی - آمین - دوسرے کی یہ ہو گی اَمین - سورۃ فاتحہ کی تلاوت سے فراغت کے بعد آمین کہنے کا حکم ہے - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لقنی جبریل آمین عند فراغی من قراۃ فاتحۃ الکتاب - (مدارک) مجھ کو جبریل نے کہا کہ جب فاتحۃ الکتاب کے پڑھنے سے فارغ ہو جایا کرو تو آمین کہو - آپ نے فرمایا آمین کتاب پر بمنزلہ مہر کے ہے - بعض نے کہا وہ اللہ کے ناموں سے ایک نام ہے - بعض نے کہا وہ اللہ کی اس کے بندوں پر مہر ہے - جس سے وہ ان کے گناہوں کو دور کرتا ہے (بیضاوی)

ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو۔ تحقیق جس کا آمین کہنا ملائکہ کے آمین کہنے سے موافق ہو گیا۔ اس کے تمام پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے جب امام ولاالضالین کہے تب آمین کہو۔ شوافع آمین بالجہر کے قائل ہیں۔ اور احناف اس کے اخفا کے۔ ہمارے زمانہ کے غیر مقلدین بھی آمین بالجہر کے قائل وعامل ہیں۔ ہمارے اور ان کے مابین ایک یہ بھی فرق ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہتے ہیں اور ہم پست آواز سے۔ وہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری جانتے ہیں کہ اس کے پڑھے بغیر ان کی نماز نہیں ہوتی۔ ہم امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ دلائل ہر دو فریقین کے اپنی جگہ پر پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

تذکرہ امیرِ ملّت محدث علی پوری

منبع صدق و صفا معدنِ تسلیم و رضا شیخ الشیوخ حضرت پیر سید جماعت علیشاہ نقشبندی قدس سرہٗ

حاجی محمد عبداللہ موضع جھبنہ کلاں تحصیل قصور روایت کرتے ہیں کہ میں انگریز کے عہدِ حکومت ۱۹۳۵ء میں اپنے سابق گاؤں گھریالہ تحصیل ترنتارن سے علی پور شریف سالانہ عرس کے موقع پر چند ہمراہیوں کے ساتھ حاضر ہوا۔ حضرت قبلۂ عالم امیرِ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ دل کو مسرت اور تسکین نصیب ہوئی۔ یہی دل چاہتا تھا کہ ٹکٹکی باندھ کر آپ کو دیکھتا رہوں۔ حضور کے اردگرد آپ کے ملنے والوں اور مشتاقوں کا میلہ لگا ہوا تھا میں نے اس ہجوم میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد ہر سال عرس شریف کے موقع پر حاضر ہوتا اور آپ سے مل کر مصافحہ اور دست بوسی کر کے جہاں جگہ ملتی خاموش ہو کر بیٹھ رہتا۔ سنہ ۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے کہ کنوئیں والی مسجد میں آپ تشریف فرما تھے اور آپ کی خدمت میں عشاق کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ تمام صف بہ صف مؤدب ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں سب کے آخر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے دل میں گمان گذرا کہ میں آج سے پانچ سال قبل حضور کا بڑی بھیڑ میں غلام بنا ہوا تھا۔ مجھ کو کبھی آپ کے قریب نہ بیٹھنے کا اور نہ کھل کر بات کرنے کا موقع ملا ہے۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ حضور مجھ کو نہیں جانتے۔ اسی اثنا میں ایک آدمی نے آکر عرض کی کہ حضور آموں کی جڑوں میں روڑی ڈالنی ہے آپ کوئی آدمی دیں۔ آپ نے زور سے عبداللہ کہہ کر بلایا۔ میں نے سمجھا کوئی ہو گا عبداللہ۔ مجھ کو تو آپ پہچانتے ہی نہیں ہیں۔ آپ نے پھر دوبارہ فرمایا۔ او بھائی۔ گھریالے والا عبداللہ۔ میں اٹھا اور حاضرِ خدمت ہوا۔ سلام عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ جس کا ہاتھ ایک دفعہ پیر کے ہاتھ میں آجائے پیر قیامت تک بھی اس کو نہیں بھولتا۔ یہ غلط ہے کہ میں تجھ کو نہیں جانتا۔ جاؤ۔ اس کے ساتھ تم ہی آدمی بن جاؤ۔ میں اس کے ساتھ چلا گیا۔ آپ کے میرے ساتھ مخاطب ہونے اور میرے شبہ کو دور کرنے سے مجھے اتنی فرحت ہوئی کہ میں روڑی کے دو ٹوکروں کے برابر ایک ٹوکرا بھرتا اور آموں کی جڑوں میں ڈالتا۔ میں نے بیس ٹوکرے ڈالے تو کام پورا ہو گیا۔ اس آدمی نے حضور کی خدمت میں عرض کی حضور عبداللہ

نے بڑا کام کیا ہے۔ آپ نے مجھے فرمایا نزدیک ہو۔ میں نزدیک ہوا تو آپ نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ تم خوش ہو گے۔ عبداللہ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ آپ کی اس دعا سے میں ہمیشہ ہی خوش رہا ہوں مجھے کبھی تنگی نہیں آئی۔

ایک واقعہ حاجی عبداللہ نے یہ سنایا کہ میں ایک پٹواری کو جو ہمارے گاؤں میں رہتا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں بیعت کرانے کے لئے علی پور شریف لے گیا۔ حضور قبلۂ عالم نے پٹواری کو بیعت کیا۔ دوسرے دن ہم نے آپ سے اجازت رخصت طلب کی۔ آپ نے فرمایا ابھی رہو۔ پٹواری نے رخصت لینے کے لئے کہا حضور ہم پر ایک مقدمہ ہے کل اس کی تاریخ ہے۔ یہ بات جھوٹی تھی۔ حضرت صاحب نے فرمایا اچھا اگر مقدمہ ہے تو جاؤ۔ جب ہم گاؤں پہنچے تو پٹواری صاحب کا گاؤں کی عورت کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ عورت نے پٹواری کو گالیاں دیں جب میں آیا تو پٹواری نے اس کی شکایت کی کہ اس نے اس کو گالیاں دی ہیں۔ میں نے اور پٹواری نے اس عورت کو مارا پیٹا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ورثا نے ہم پر دعویٰ دائر کر دیا اور ہم اندر ہو گئے۔ اور سچ مچ ہم پر مقدمہ بن گیا۔ ہمارے گاؤں کے ایک سید صاحب پیر جلال شاہ صاحب ہیں۔ انہوں نے مجھ کو شرقپور شریف اور قصور بابا بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہونے کو کہا۔ میں نے کہا ہم پر جو مقدمہ بنا ہے۔ یہ پٹواری صاحب کے حضرت صاحب کے سامنے جھوٹ بولنے کی سزا ہے۔ جب پیشی ہو جائے گی تو میرے پیر خود ہی چھڑا لیں گے۔ رات کو مجھے خواب آیا کہ حضرت صاحب مجھ کو مقدمہ کی بابت پوچھ رہے ہیں۔ میں نے سب کچھ آپ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا عبداللہ فکر نہ کر تو چھوٹ جائے گا۔ جب تاریخ آئی تو حاکم نے ہم کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ہم علی پور شریف حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا! عبداللہ تم نے اس عورت کو کیوں مارا تھا۔ میں نے عرض کی حضور وہ عورت دنیا بن گئی تھی۔ آپ نے فرمایا جبھی تو تم چھوٹ گئے ہو۔

خلیفہ مجاز حاجی اللہ وسایا صاحب مدظلہ العالی جب سے حاجی صاحب لائل پور میں قیام پذیر ہیں سلسلہ نقشبندیہ جماعتیہ کی دل و جان سے خدمت کر رہے ہیں۔ ہر ہفتہ حلقۂ ذکر آپ کی قیام گاہ میں ہوتا ہے۔ لائل پور اور مضافات کے یارانِ طریقت آپ کے فیض سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ آپ کے خلق اور محبت نے یاران لائل پور کو آپ کا گرویدہ بنا لیا ہے۔ کئی احباب طریقت میں آپ سے منسوب ہیں۔ آپ رسالہ انوار الصوفیہ کے بڑے ہی خیر خواہ اور ہمدرد ہیں۔ آپ کوشش فرما رہے ہیں کہ لائل پور کے مخیر حضرات سے رسالہ کی مالی امداد کرائیں۔ آپ نے اپنے مریدین سے دو خریدار دئے کہ پتے لکھے ہیں کہ ان کو رسالہ وی۔ پی کیا جائے۔ ادارہ انوار الصوفیہ آپ کی خدمات کو [illegible]

تاریخ وفات حسرت آیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منظور رب یکم فروری

۱۹ ۶۴ء

جناب حکیم سیّد قمر احمد صاحب جماعتی نقشبندی مجدّدی نور اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ مجاز صاحب ارشاد

۱۳۸۳ھ

کعبۂ دوجہان قبلۂ عالم اعلیٰ حضرت امیر ملّت الحاج حافظ پیر سید جماعت علیشاہ صاحب محدث علیپوری

چراغ جماعت جلوہ آرا

۱۹۶۴ء

فرشتہ سیرت و معصوم صورت
ریاضت اُن کی آخر رنگ لائی
تھی ستّائیس شنبہ رمضاں کا مہینہ
گئے دنیا سے کرنے خلد کی سیر

قمر احمد حکیم نیک خصلت
خلافت قبلۂ عالم سے پائی
سلامت لے گئے اپنا سفینہ
ہوئی تاریخ رحلت عاقبت خیر

۱۳۸۳ھ

طالب نجات سید نور محمد سرور

نماز

از
صوفی عبدالوہاب زاہد چشتی

ہے وہ فریضۂ خلّاقِ بے نیاز نماز — خدا شناسی کا ہے ایک امتیاز نماز
عبودیت کے تسلسل کا ایک راز نماز — نجات و بخششِ امت کی ہے جواز نماز

تمام اہلِ عقیدت مدام پڑھتے ہیں — حضورِ حق میں بصد شانِ امتیاز نماز
عبادتوں میں خشوع و خضوع لازم ہے — خلوصِ دل سے ادا ہو بصد نیاز نماز

نماز ہے ہمہ عالم پہ پانچ وقت کی فرض — نظامِ ہستیٔ عالم کی ایک راز نماز
برائے بخشش و رحمت جہاں سے کیا لائے — حضورِ داورِ محشر ہے عُغل نماز نماز

نہ ہوگی حشر میں اہلِ نماز کی پرسش — بنے گی عرصۂ محشر میں کارساز نماز
برائے مومنِ صادق نجات کی ضامن — جہاں نواز ہے کتنی یہ دلنواز نماز

جہاد و کلمہ و حج اور زکوٰۃ و صوم بھی فرض — مگر ہے سارے فرائض میں سرفراز نماز
ضیائے جلوۂ رحمان فروغِ حبِّ رسول — ہے اک مظاہرۂ شانِ بے نیاز نماز

سجود و قعدہ، رکوع و قیام کیجئے ادا — ہے ان اصول پہ مشروط اہلِ ناز نماز

دو اہلِ بزم کو زاہد نماز کی دعوت
ہے ایک فرضِ خداوندِ بے نیاز نماز

یارانِ کہن — اکرام بریلوی

حضرت معروف کرخیؒ

جو قربِ الٰہی کے باوصف عتابِ الٰہی سے ہمیشہ خائف رہتے تھے

مامون بن ہارون الرشید کا دور، خلافت عربوں کی تاریخ کا ایک شاندار زمانہ ہے۔ مامون کے بیس سالہ عہدِ حکومت میں مسلمانوں نے غور و فکر کے ہر شعبے میں نمایاں کارنامے کئے۔ ان کارناموں کا صرف ادب اور سائنس کے کسی خاص شعبہ سے تعلق نہیں تھا۔ بلکہ مسلمانوں نے اس دور میں مادی اور روحانی اعتبار سے ہمہ گیر اور ہمہ جہتی ترقی کی۔ حضرت معروف کرخیؒ کی ذہنی اور روحانی صلاحیتوں کو پنپنے اور ابھرنے کے لئے یہی زریں دور ملا۔ اور اسی دور میں انہوں نے اپنی جودتِ طبع سے تصوّف کے حسین گل بوٹے کھلائے۔

اس بات کا آج تک کوئی پتہ نہ چل سکا کہ قبول اسلام سے پہلے آپ کا کیا نام تھا۔ تاریخ اور تذکرہ نگار دونوں اس سلسلہ میں خاموش ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے نام پایا اور ابو محفوظ کنیت ٹھہری۔ آپ کے والد ماجد کا نام فیروز تھا۔ قاموس مشاہیر کے مصنف کے مطابق عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ لیکن مصنف تذکرۃ الاولیا کو اس سے اختلاف ہے۔ ان کا خیال ہے کہ وہ عیسائی نہیں بلکہ آتش پرست تھے اور یہی قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ فیروز عام طور پر آتش پرستوں ہی میں نام رکھا جاتا ہے۔ بہرکیف جب حضرت معروفؒ سنِ شعور کو پہنچے تو انہیں حصولِ تعلیم کے لئے آتش پرستوں کے مدرسے میں بھیجا گیا۔ جب ان سے کہا گیا "کہو ثالث ثلاثہ" تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ استاد نے ہزار کوششیں کیں۔ زد و کوب سے بھی آپ کے فیصلہ اور استقامت میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ بالآخر مار پیٹ کے خوف سے گھر سے بھاگ نکلے۔ والدین کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو گھبرا گئے۔ دل سے مجبور ہو کر اپنے بیٹے کی تلاش میں سرگرداں اور کوشاں ہوئے مگر آپ نہ ملے۔ ایک دن والدین نے کہا "کاش وہ آ جاتا! جس دین میں وہ چاہتا ہم اُن کی موافقت کرتے۔" ہوا یکایک دروازہ پر دستک سنائی دی۔ والدین نے آواز دی "کون ہے؟" آپ نے فرمایا "معروف" والدین نے دل کی دل ہی میں رکھ کر پوچھا "کس دین پر ہو" آپ نے ایک مخصوص عزم اسلامی کے ساتھ جواب دیا "محمد رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم سے دینا پڑے۔ والدین آپ کے عزم، پختہ عقائد اور بلندیٔ کردار سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ فوراً مسلمان ہو گئے۔

حضرت معروف کرخیؒ کی عظمت کا اندازہ محض اسی بات سے ہو جاتا ہے کہ بچپن ہی سے انہیں حضرت امام علی بن موسیٰ رضاؒ کی صحبت ملی۔ اور اسی چشمۂ فیض کی برکت سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور انہیں کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ مسلمان ہونے کے بعد انہیں حضرت ابراہیم بن ادہم جیسے ہمعصر اور داؤد طائی جیسے سالکانِ طریقت سے واسطہ رہا۔ اور بالآخر انہوں نے حضرت داؤد طائی سے وابستہ ہو کر ریاضت و عبادت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور جذبِ کامل کے ساتھ صدق کی راہ میں ایسا قدم رکھا کہ مشہور و معروف ہو گئے اور اسی مسلسل ریاضت و عبادت کی بدولت کامل ولی اللہ ہو گئے۔

وعظ اور نصیحت کا طریق بھی ان کے یہاں روشِ عام سے ہٹ کر ہی تھا۔ وہ نازک سے نازک مسئلہ کو اس طرح سمجھاتے تھے کہ مخاطب معاملہ پہ اس کا اثر ہونا لازمی ہو جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر بھی وہ خلقِ عظیم کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ان کی زندگی کے دو واقعات پیش کرتا ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ طہارت کی غرض سے دجلہ پر گئے۔ مصحف و مصلیٰ کنارے پر چھوڑ گئے ایک عورت آئی اور دونوں چیزیں اٹھا کر جانے لگی۔ آپ نے دیکھ کر تعاقب کیا۔ جب آپ قریب پہنچے تو پوچھا "تیرا کوئی لڑکا قرآن پاک پڑھ سکتا ہے؟" اس نے کہا "نہیں"۔ فرمایا "اچھا پھر مصحف مجھے دے دے اور مصلیٰ تو لے لے"۔ وہ آپ کے اس لطیف طنز سے اس درجہ شرمندہ ہوئی کہ دونوں چیزیں واپس کر دیں۔

ایک مرتبہ آپ چند لوگوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں چند نوجوانوں کو عیش میں غرق دیکھا۔ آپ ان کے پاس سے گذر کر دجلہ کے کنارے پہنچے تو آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا "اے شیخ دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے کہ ان کی بدبختی منقطع ہو جائے۔ اور ان کا فساد دوسروں تک نہ پہنچے"۔ فرمایا۔ ہاتھ اٹھاؤ۔ سب نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے کہنا شروع کیا۔ الٰہی جیسے تو نے ان کو اس جہان میں عیش دیا ہے اس جہان میں بھی عیش دے۔ ساتھیوں نے پوچھا۔ اے شیخ ہم اس بھید سے بے خبر ہیں؟ فرمایا صبر کرو۔ ظاہر ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس گروہ نے آپ کو دیکھا تو اپنا چنگ توڑ ڈالا اور شراب پھینک دی اور آپ کے قدموں میں گر پڑے اور گناہوں سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دیکھا انہیں غرق ہوئے بغیر سب کی مرادیں حاصل ہو گئیں۔ دراصل ان کے پند و نصائح میں ان کے ہمدردانہ طریقِ اظہار ہی نے اثر و تاثیر کی نرم جلبلیاں سمو دی تھیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ جس سے بھی جو بات کہتے وہ تمام و کمال اس پہ اثر کرتی اور

وہ ہمیشہ کے لئے اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتا۔

ان کے قلب کی گہرائیاں درد و غم کی کیفیات سے معمور تھیں۔ وہ کسی کی تکلیف برداشت نہ کر سکتے تھے۔ دوسروں کو تسلی دینا ان کا مسلک اور آرام و آسائش پہنچانا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اور اس کام کے لئے اگر انہیں کسی کا سہارا لینا پڑتا تب بھی باز نہ آتے۔ اگر کسی کو آرام پہنچانے یا کسی کی خواہش پوری کرنے کے لئے انہیں جسمانی محنت بھی کرنا پڑتی تو دریغ نہ کرتے۔ تاکہ ثواب کی لذت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہنے پائے۔

ایک مرتبہ ایک غریب و نادار لڑکا آپ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ میرے کپڑے پھٹ گئے ہیں مجھے نئے کپڑے دلوا دیجئے۔ آپ اسے اپنے ساتھ لے گئے اور کھجوروں کی چھاؤں میں بیٹھ کر کھجور چننے لگے۔ لوگوں نے پوچھا یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا اس لڑکے کے لئے کھجوریں چن رہا ہوں۔ تاکہ انہیں فروخت کر کے اخروٹ حاصل کر لوں اور پھر انہیں بیچ کر اس کے لئے نئے کپڑے لا سکوں۔

قرب الٰہی کے باوصف عتاب الٰہی سے ہمیشہ خائف رہتے تھے۔ رمضان کے مہینے میں آپ ایک روز بازار سے گزر رہے تھے۔ افطار کا وقت قریب تھا۔ ایک سقہ آواز لگا رہا تھا جو اس پانی کو پی لے حق تعالیٰ اس کی مغفرت کرے۔ آپ نے آواز سنتے ہی سقہ کو پکارا اور پانی پی لیا۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا تو پوچھا آپ کا روزہ تھا؟ فرمایا۔ بے شک! لیکن میری رغبت اس کی دعا کی طرف تھی۔ ۱۰۵ھ مطابق ۲۰۰ھ میں وصال پا گئے تو لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ آپ نے فرمایا اس سقہ کی دعا کی برکت سے بخش دیا۔

یہ تین چیزیں ان کی زندگی کا نچوڑ ہونے کے علاوہ ان کی تعلیم تصوف کا ماحصل ہیں (۱) وفا بے صلہ۔ (۲) ستائش بے جود (۳) عطا بے سوال۔ ان کے نزدیک یہ تین چیزیں شوق کی تعبیر اور جوانمردی کی دلیل ہیں۔

گوہر پور ضلع سیالکوٹ

مورخہ ۶ر دسمبر کو حضور قبلہ عالم امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالانہ عرس شریف ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد ختم شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد حقیقت نماز پر مولانا صاحبزادہ افضل حسین شاہ صاحب علی پوری نے عالمانہ و محققانہ تقریر فرمائی۔ جس سے حاضرین جلسہ بہت محظوظ و مسرور ہوئے۔

(صالح محمد صدیق)

میں کسی مسلمان کے حق میں بد دُعا نہیں کر سکتا

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ کے کنارے رونق افروز تھے۔ دریائے دجلہ میں ایک کشتی چلی جا رہی تھی۔ جس میں لوگ بیٹھے وادِ عیش دے رہے تھے۔ شراب و کباب کے دور چل رہے تھے۔ رقص و سرود کی محفل گرم تھی۔ آپ کے معتقدین نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ حضرت انہیں بد دعا دیجئے۔ آپ نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اے خدا! انہیں آخرت میں بھی ایسا ہی خوش و خرم رکھیئے جیسا کہ یہ دنیا میں خوش ہیں۔ لوگ حیران رہ گئے اور پوچھنے لگے۔ حضرت ہم نے تو آپ سے بد دعا کے لئے عرض کی تھی لیکن آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ آخر کیوں؟

آپ نے جواب دیا۔ توبہ توبہ! میں، اور کسی مسلمان کے حق میں بد دعا کروں۔ یقیناً یہ لوگ آخرت میں اسی طرح خداوند کریم کی نعمتوں سے مالا مال ہو کر خوش ہوں گے۔ بشرطیکہ رب کریم انہیں دنیا میں توبہ کی توفیق دے اور عفو و کرم سے معاف فرما دے۔

جذبہ

حضرت ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جب جوان ہوئے تو ذوقِ عبادت اتنا بڑھ گیا کہ آپ نے اپنے والدین سے کہا کہ میں خداوند کریم کی عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ مجھے خدا کے حوالے کر دیجئے۔ انہوں نے باوضو ہو کر مصلے پر بیٹھ کر آپ کو خدا کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابو عبداللہ گھر سے رخصت ہو گئے۔ برسوں جنگلوں میں خدا کی عبادت کی۔ عرصہ دراز کے بعد آپ اسی شہر میں آ نکلے جہاں ان کے والدین کا گھر تھا۔ آپ گھر پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ان کی والدہ نے پوچھا۔ کون؟ آپ نے فرمایا میں ہوں آپ کا بیٹا۔ انہوں نے جواب دیا ہمارا ایک ہی بیٹا تھا۔ اسے ہم نے خدا کو سونپ دیا ہے۔ ہم دینے کے بعد اسے نہیں لیتے۔ انہوں نے دروازہ نہ کھولا۔ آپ واپس تشریف لے گئے۔

وجودِ باری — ایک مرتبہ ایک ملحد خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں آیا اور کہنے لگا کہ اے خلیفہ

میں نے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ ایک جید عالم ہے۔ جن کے تبحر علمی سے کسی کو انکار نہیں۔ میں اس کے ساتھ ہی وجود خدا پر مناظرہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں ثابت کروں گا کہ خدا کا وجود نہیں ہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے اسی وقت ایک ایلچی پیغام کے ساتھ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا کہ ایک ملحد وجود باری پر بحث و مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہے آپ فی الفور تشریف لے آئیں۔ آپ نے ایلچی کے توسط سے پیغام بھیجا کہ ظہر کی نماز کے بعد حاضر ہوں گے۔

خلیفہ نے ایلچی کو الٹے پاؤں واپس کیا اور درخواست کی کہ فی الفور تشریف لائیں۔ آپ نے ایلچی سے فرمایا تم چلو میں آتا ہوں۔ آپ کو راستے میں تاخیر ہوگی۔ جب دربار میں پہنچے تو ملحد نے پوچھا آپ اتنی تاخیر سے کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا دریائے دجلہ کے کنارے ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ جب میں گھر سے دجلہ کے کنارے پہنچا تو وہاں کشتی نہ ملاح۔ سخت شش و پنج میں تھا کہ کیا کروں۔ استے میں کیا دیکھتا ہوں کہ چند تختے آب رواں پر بہتے ہوئے نظر آئے وہ سب کے سب میرے پاس آکر رک گئے۔ یکدم ان تختوں نے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑنا شروع کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے کشتی تیار ہو گئی۔ میں اس کشتی میں سوار ہو گیا اور وہ بغیر ملاح کے خود بخود اس کنارے آ لگی اور میں اتر کر یہاں چلا آیا۔

ملحد یہ سن کر چلایا اور تمام درباریوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ کچھ سنا آپ لوگوں نے؟ آپ کا سب سے بڑا عالم کیا کہہ رہا ہے۔ بھلا تختے کبھی بغیر بڑھئی کے جڑ سکتے ہیں۔ اور کشتی بغیر ملاح کے دریا عبور کر سکتی ہے۔

امام ابو حنیفہ فرمانے لگے۔ نابکار اگر چند تختے بغیر کسی صانع کے کشتی کی شکل اختیار نہیں کر سکتے تو اتنی بڑی دنیا بغیر کسی صانع کے کیسے معرض وجود میں آ سکتی ہے۔ ملحد یہ سن کر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور اپنے استدلال پر ایسا نادم ہوا کہ اس کے بعد وجود باری تعالیٰ کے بارے میں کسی مسلمان سے نہ الجھا اور جب کبھی اسے اس موضوع پر کہیں بحث سننے کا موقع ملتا تو وہ خاموش رہتا اور انکار وجود کرنے والوں کا کبھی ساتھ نہ دیتا۔

چک ۱۸۱ گ ب لائل پور

ماہ نومبر میں حضرت قبلہ عالم امیر ملت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا سالانہ عرس شریف ہوا۔ جمعہ پڑھنے کے لئے حضرت علامہ جوہر الملت مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب فلک نشان فخر دین میں مسجد میں تشریف لائے اور پیری مریدی کے فرائض اور حقیقت بیعت پر آپ نے مدلل وعظ فرمایا۔ آخر میں آپ نے پابندی نماز پر ہاتھ کھڑے کروا کر تمام حاضرین سے عہد لیا۔

رات کو بازار میں حضور کا فضائل اولیاء پر محققانہ و فاضلانہ بصیرت افروز وعظ ہوا جس سے حاضرین جلسہ نہایت محظوظ و مسرور ہوئے۔ گلفروش صاحب نے نعت خوانی کر کے لوگوں سے داد تحسین وصول کی۔

ارزانیٔ جلوہ اور ماہِ مبارک

شاہ انصار الٰہ آبادی

زبانِ شمع پہ کن رحمتوں کا نام آیا — کہ عرشِ خاص سے جلووں کا اژدہام آیا
تجلیات لٹاتی، نویدِ صبح آئی — شرابِ نور لنڈھاتا فروغِ شام آیا

یہ صبح و شام مہینے کے صبح و شام سے ہیں — ہزاروں معجزے لے کر مہِ صیام آیا
ہر ایک لمحہ تلاوت ہر ایک وقفہ نماز — نئی ادا سے مہینوں کا پیش امام آیا

نگاہِ شوق سے جلووں نے خود کلام کیا — عمل کی راہ میں ایسا بھی اک مقام آیا
جو نیند آئیں تو بیداریاں نثار ہوئیں — نہ نیند آئی تو جلوہ پئے سلام آیا
دماغ و روح میں جلوے بکھر بکھر سے گئے — کس اہتمام سے اللہ کا پیام آیا

ہر ایک ذرّہ چمکتا ہے نورِ سحری سے — کہ آفتاب پسِ پردہ زیرِ دام آیا
کھلا جو غنچۂ افطار، مشکبو پھوٹی — بہارِ خلد میں بس کر مہِ صیام آیا
بھٹک گیا تھا میں تاریکیٔ تخیّل میں — خدا کا فضل! کہ روزوں کا نور کام آیا

بغیرِ فقر و فنا، زندگی گناہ سی ہے — بہ ہوش باش! خدا ساز احترام آیا
الٰہی اہلِ محبت کو عزم و ہمت دے — بہ فیضِ شاہِ رسل ماہ ذوالاکرام آیا

صلوٰۃ و صوم تحائف ہیں شامِ اسریٰ کے
اسی کی سال گرہ کو مہِ صیام آیا

الحاج محمد عبد الرشید خان صاحب ارشد بجنوری رحمانی قادری ریٹائرڈ ڈپٹی سول سروس حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے بیعت تھے اور حضرت قبلۂ عالم امیر ملت حضرت مولانا الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت مند تھے اور مدینہ منورہ میں حضرتؒ سے فیض پایا۔ اور چند منقبت حضرتؒ کی شان میں کہی ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام اردو و فارسی کا مقبول ہے جو انوار الصوفیہ اور دوسرے رسائل میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ حاجی صاحب مکرم کا وصال ۱۲ اگست کو ہندوستان میں ہوا۔ ؎

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

قطعۂ تاریخِ وفات

از علامہ سید محمد علی محتشم، نقوی، قادری

بندۂ لایزالِ ولم یزلی
عاشقِ پنجتن و اولیا عالی
محتشم بود جنت الماویٰ
ملک عبد الرشید خاں حاجی

۱۳۸۴ھ

قطعہ سالِ ارتحالِ پُرملالِ حالِ وصال

۱۳۸۴ھ

جناب حلیم الحاج عبدالرشید خاں ارشد

۱۹۶۴ء

محبی بجنوری قادری رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۸۴ھ

از رسا لکھنوی - خداداد کالونی - کراچی کدہ

۱۳۸۴ھ

طوفانِ بحرِ غم میں ہے موجوں کا اضطراب
اشک فشاں ہیں چشم تو آہیں رواں دواں

وہ شاعر و ادیب - مجسٹریٹ و پنشنر
والد تھے جن کے خان بہادر انیسِ جاں

ہر دلعزیز ہو کے وطن میں رہے ہیں آپ
اور منصفی میں شہرۂ آفاق ہر زماں

یکبارگی غشی پڑی - نبضیں بھی چھٹ گئیں
دارِ محن سے چل دیئے وہ جانبِ جناں

تاراج ہو کے رہ گیا ہر گلشنِ خیال
بادِ بہار لٹ گئی جب آ گئی خزاں

ساقی کا دور اُٹھ گیا بزمِ سخن سے آہ
اب بادۂ ثنا کی وہ مدہوشیاں کہاں

تھی دو ربیع آخرہ مرحوم کی شب
منگل کو جب اگست کی گیارہ بھی تھی عیاں

تاریخِ وصل ان کی لکھو اس طرح رسا
ہجری بھی عیسوی بھی ہو اوّل و بعد اذاں

اللہ بیمثال ہے - احسان بھی بیمثال

۱۳۸۴ھ

جنت کے محل میں گئے عبدالرشید خاں

۱۹۶۴ء

مولانا نور احمد صاحب
لاہور

محبت اہل اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

حکم ہوتا ہے کہدو یارسول اللہ کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو اور اس سے پیار کرتے ہو تو حضور کی تابعداری کرو۔ تاکہ اللہ تم کو اپنا محبوب بنا لیوے۔

اس آیت کے مفہوم سے ظاہر ہے کہ محبوبیت کے درجہ کے حصول کے لئے حضور کی فرمانبرداری ضروری ہے۔ اتباع دو قسم کی ہے۔ ایک قرآن و حدیث پر عمل پیرا ہونا۔ دوسرا حضور صلعم سے بحیثیت غلام محبت کے ذریعہ سے رابطہ کا پیدا کرنا۔ اتباع ظاہری کے اصول علماء کرام سے رابطہ وابستہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رابطہ ولی کی محبت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ صرف یہی ایک گر ہے۔ جو کہ روحانی صفائی کرنے کے بعد بندوں کو حضور صلعم سے اور خدا سے واصل کرتا ہے۔ اس راستے کے ماسوا اور کوئی ذریعہ اللہ تعالے جل شانہٗ نے ہماری بہتری اور ہدایت کے لئے مقرر نہیں فرمایا۔ اس لئے پیر کے ساتھ محبت کرنا افضل ہوا۔ کیونکہ اس کی تابعداری اور شریعت حقہ کی تابعداری ہی سے حضور کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ بلکہ اہل اللہ نے تو فرمایا ہے کہ پیر اور رسول اور خدا کی محبت ایک ہی چیز ہے۔ علیحدہ علیحدہ نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

چونکہ ذات پیر را کردی قبول ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ

غرضیکہ محبت اہل اللہ ہی ایک ایسی قیمتی اور قدر والی چیز ہے جو کہ اوپر کے سب مراتب طے کراتی ہے۔ ورنہ دوسرا طریقہ یا راستہ ماسوائے اس کے نظر ہی نہیں آتا۔ ان ہی کی شان میں قرآن پاک میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ ترجمہ:۔ خبردار ہو جاؤ کہ اللہ تعالے کے دوستوں کو دونوں جہان میں ہرگز کوئی خوف نہیں ہے۔ وہ ہر طرح کے اطمینان میں ہیں۔ انہیں کوئی بھی تردد نہیں ہے۔ اس اطمینان قلبی اور نجات ابدی کے لئے ضروری ہوا۔ کہ اہل اللہ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ ان کی خدمت کو اپنا فخر خیال کریں۔ اور ان کی عنایت کریمہ سے جو صفائی حاصل ہو اس کو نگاہ میں رکھیں۔ اور اس محبت کے حصول

میں جو تکالیف پیش آویں ان کو تکلیف نہ جانیں بلکہ عین راحت تصور کریں۔ کیونکہ عنایت و محبت ولی سے عشق ملتا ہے جس سے جلد مقصود حاصل ہوتا ہے۔ مثنوی شریف

عشق خواہد کہ ایں سخن بیروں بود — آئینہ ات غماز نبود چوں بود

آئینہ ات دانی چرا غماز نیست — زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست

آئینہ چوں زنگ و آلائش جداست — پر شعاع نور خورشید خداست

رو تو زنگار از رخش او پاک کن — بعد ازاں آں نور را ادراک کن

محبت مشائخ کرام سے بندوں کے دل منوّر ہوتے ہیں۔ ان کی محبت سے ایمان مکمل ہوتا ہے۔ معرفت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ انسان کامل بنتا ہے۔ دو جہان کی عزت حاصل کرتا ہے۔ محبّ دنیا میں جہاں جاتا ہے محبوب اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس کی نظر کرم سے ہی محبّوں کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

حضرت مولانا رومؒ کے مندرجہ ذیل اشعار تحریص اولیاء اللہ میں ملاحظہ فرماویں۔

دامن او گیر زودتر بے گماں — تا رہی از آفت آخر زماں

کیف مد الظل نقش اولیاست — کو دلیل نور خورشید خداست

اندریں وادی مرو بے ایں دلیل — لا احب الآفلین گو چوں خلیل

رو ز سایہ آفتابے را بیاب — دامن شاہ شمس تبریزی بتاب

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی — کز تو مجنوں شد پریشان و غوی

از دگر خوباں تو افزوں نیستی — گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

دیدۂ مجنوں اگر بودی ترا — ہر دو عالم بے خطر بودی ترا

یہ رابطہ بندوں کے ہر کام میں مدد دینے والا۔ دونوں جہان میں مومنوں کو عزت بخشنے والا۔ قلب مصفا کو بلند پروازی سلوک سے طے کروانے والا بلکہ اتحاد و اخوّت۔ محبت ہر ایک کے لئے از بس مفید ہے۔ یہی محبت شیخ قیامت میں اس کی شفاعت کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ حضرت پُر نور قبلہ مجدد صاحب قدس سرہٗ العزیز کے ارشادات سے ظاہر ہے۔

اہل اللہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک مجذوب سالک۔ دوسرا سالک مجذوب۔ مجذوب سالک کی معیت سے اول جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور صفائی ہونے کے بعد سلوک کا اختتام ہوتا ہے۔ اور یہ راستہ جلد پہنچنے والا اور سہل ہے۔ مگر سالک مجذوب اول سلوک کو ختم کراتا اور بعد میں جذبہ پیدا کراتا ہے۔ خوش نصیبوں کو مجذوب سالک سے واسطہ ہو جاتا ہے۔ جو کچھ ملتا ہے اس کے کرم سے ہی ملتا ہے۔ اس رابطہ محبت سے حضورؐ کے صحابہ کرام

حضور کے فیض سے سب بہادر جرنیلوں سے بہادر جرنیل بن گئے تھے۔ سب منصفوں سے زیادہ منصف۔ سب عالموں سے زیادہ عالم۔ سب مبلغوں سے بڑے مبلغ اور سب سپاہیوں سے بڑے سپاہی بن گئے۔ جو لوگ آجکل سیاسی ترقی کے خواہاں ہیں ان کے لئے بھی یہی نسخہ کامیابی کا باعث ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ وہ خود کوسوں دور رہ کر اپنی عقلی دلائل ہی سے مہم کو عبور کرنا بہترین کام جانتے ہیں۔ حضورؐ کے زمانہ میں جس درس گاہ سے صحابہ کرام کی جماعت تیار اور منظم ہوئی اس درس گاہ کے تعلیم یافتہ صحابہ کرامؓ نے ہی اسلام اور اسلامیوں پر احسان عظیم فرمایا اور ان کا اب تک یہ سلسلہ اسی طرح برابر چل رہا ہے اور قیامت تک یہ فیض برابر جاری رہے گا۔ آجکل کے زمانے میں حضور اقدس عالم روحی فداہ کی عنایات و محنت شاقہ سے سینکڑوں اور ہزاروں اس درس گاہ سے اس نور کے حاصل کرنے والے ہیں ہزاروں کی تعداد میں مرد کامل موجود ہیں۔ مگر ان کے دیکھنے کے لئے آنکھ ہونی چاہیے۔ جنہیں بصارت عطا ہوئی ہے وہ اس کے قائل اور ممنون احسان ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے جیسے عاجزوں کی تربیت کے لئے ایک ایسے مکمل قطب کو نصب فرمایا ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اب ہر ایک یار طریقت اس دن کو یاد کرے اور اپنی اس حالت کا مقابلہ آج کے حال سے کرے تو ضرور اپنا اپنا روحانی تفاوت نمایاں طور پر ظاہر ہو جائے گا۔ اور خود بھی حیران ہو گا کہ کل کیا تھا اور آج حضور قبلہ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت و تربیت سے کیا بن گیا۔ اور وہ خود ہی اس کے شکریہ میں یہ شعر پڑھے گا ؎

اگر بر تنِ من زباں شود ہر مو یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

مرد محبت کے صحیح راستہ پر قدم اٹھاتے ہوئے دن رات ترقی کرتا جاتا ہے اور شوق ایسا غالب آ جاتا ہے کہ قلب انسانی نورانی ہو جاتا ہے۔ محبت محبوب کی نگاہ کرم یا توجہ خاص سے محب کے قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ جب درد الفت عشق غالب آ گیا۔ اور محبوب کے جمال حقیقی میں مستغرق ہونا شروع ہوا۔ حتیٰ کہ حقیقت تصوف میں ایسا رنگا گیا گویا ہستی موہوم ہی کھو گیا۔ جدھر دیکھا جمال یار دیکھا۔

نقل ہے کہ حضور امام الاولیاء قطب زمان حضرت باقی باللہ صاحب قدس سرہ العزیز نے ایک خوش نصیب حلوائی پر خوش ہو کر نظر کرم فرمائی اور چند ساعتوں میں اسے اپنے جیسا بنا دیا۔ اتنا بڑا کام حضور نے اسی محبت سے طے کرا دیا۔ ہمیں یہ نسبت بتدریج مقصود رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبت شیخ کے نشہ سے تا زلیست سرشار رکھے آمین۔

مسلسل نظم
قسط ۱۳

مولانا نسیم بستوی

تمہارے اسلاف اور تم

ہماری قوم کا ننھا سا بچہ بھی مجاہد ہو
ہمارا ہر عمل اسلام کی عظمت کا شاہد ہو
ہماری طرز مقبول در محمود و حامد ہو
ہمارا دل نمازوں میں جبیں کیساتھ ساجد ہو

نظر آئیں جہان و دشت و صحرا گلستاں ہم کو
سنائے موت پیغامِ حیاتِ جاوداں ہم کو

تجھے آسان ہے تاریک دل کو پُر ضیا کرنا
تری قدرت میں ہے مٹی کو جانِ کیمیا کرنا
نہیں مشکل تجھے کچھ رہزنوں کو رہنما کرنا
ترے بس میں ہے غداروں کو پابند وفا کرنا

مرے مولیٰ یہ خواہش لے کے تیرے پاس آئے ہیں
ہمیں بھی بخش جو اسلاف نے جوہر دکھائے ہیں

رہیں دنیا میں لیکن مشعلِ رُشد و ہُدیٰ بن کر
کریں تاراج تخت و تاج کو مردِ خدا بن کر
گزاریں زندگی اپنی غلام مصطفےٰ بن کر
بجھا دیں شمع باطل پیکرِ صدق و صفا بن کر

چلیں جس راہ سے اُس راہ کے ذرّے چمک اُٹھیں
نظر آئیں منوّر بام و در کوچے مہک اُٹھیں

جہانِ رنگ و بو پر پرچم اسلام لہرائے
زمیں کا گوشہ گوشہ نور میں ڈوبا نظر آئے
بہارِ عز و اقبال کی گلشنِ ہستی پہ چھا جائے
خدائے مقتدر رحمت مسلمانوں پہ برسائے

جہاں میں رونما ہو پھر وہ عہدِ خوشگوار اپنا
ہُوا جس عہد میں تھا ماہِ طیبہ نور بار اپنا

(باقی آئندہ)

تبرکات

(از مولانا ابو طیب محمد عبد العزیز عاجز کوٹ جعفر)

اللہ کی ذات بابرکت } خدائے قدوس نے سورہ ملک میں فرمایا ہے تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر (پ۲۹) ترجمہ:- بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ نے زمین میں برکت رکھی ہے } و بارک فیہا وقدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام۔الخ ترجمہ:- (اللہ) نے زمین میں برکت ڈالی اور اس میں اس کی قوتوں کو چار دن میں مقدر کیا۔

بارش کا پانی برکت والا } وانزلنا من السماء ماءً مبارکاً۔ ترجمہ:- ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل فرمایا۔

زمین شام میں برکت } واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا التی بارکنا فیھا الخ۔ ہم نے اس قوم کو جو زمین شام میں کمزور سمجھے جاتے تھے زمین شام کے مشرق و مغرب کا وارث بنایا۔ یہ وہ سرزمین ہے جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔

برکت والا گھر خانہ کعبہ } ان اول بیت وضع للناس ببکۃ مبارکاً الخ۔ یقیناً سب سے پہلا گھر لوگوں کی (عبادت گاہ) بنایا گیا وہ مکہ میں ہے۔ برکت والا ہے۔

برکت والی کتاب "قرآن مجید" } وھذا کتاب انزلنٰہ مبارکٌ مصدق الذی بین یدیہ ولتنذر ام القریٰ ومن حولھا والذین یؤمنون بالاخرۃ یؤمنون بہ وھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون۔ ترجمہ:- اور یہ کتاب (یعنی قرآن مجید) ہے ہم نے اس کو بابرکت نازل فرمایا۔ یہ اپنی پہلی کتابوں کی مصدق ہے اور تاکہ آپ مکے والوں کو اور اس کے ماحول کو ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنی نمازوں پر بھی حفاظت کرتے ہیں۔

اللہ کے نبیوں کو برکت دی گئی } وجعلنی مبارکاً این ما کنت - حضرت عیسٰی نے نیگوڑے میں فرمایا۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے برکت والا بنایا جہاں کہیں میں ہوں گا۔

اگر بستیوں والے ایمان لاتے تو برکت پاتے } ولو ان اہل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض ط

ترجمہ:۔ اگر بستیوں والے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین و آسمان سے برکتیں کھول دیتے۔

نتیجہ آیات بینات } مندرجہ بالا آیات بینات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات بابرکت ہے اور اس نے اپنی معزز اور مقبول مخلوق کو برکت بخشی ہے۔

برکت کا لغوی اور لفظی معنٰے } تفسیر جلالین میں مبارک کا ترجمہ کیا ہے "نفاعاً للناس" یعنی لوگوں کو بہت نفع پہنچانے والا۔

دیکھئے دیکھئے } "اللہ کی برکات" اللہ نے زمین و آسمان بنایا۔ اور ما فیہما کو اس میں مرکوز کیا۔ اور یہ سب چیزیں انسان کے فائدہ کی خاطر پیدا فرمائیں۔ اور ہر کہ و مہ ان برکات سے لطف اندوز ہے۔ لہٰذا ہر انسان کو لازم ہے کہ خدا کا شکر کرے۔ اس کے مرسلات پر ایمان لائے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکار اند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

نبیوں کی برکات } معجزات باہرہ سے لوگوں کو نفع کثیر پہنچانا۔ دم سے۔ دعا سے۔ چھونے سے اشارے سے اور امر سے۔ سخاوت سے۔

برسات کے پانی کی برکات } مردہ زمین کو زندہ کرنا۔ موسم کو خوشگوار بنانا۔ بیماروں کی صحت وغیرہ۔

خانہ کعبہ کے برکات } تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ایک مرکز میں لا کر معبود برحق الٰہ العالمین کے سامنے سربسجود کرانا۔ یک جہتی اور صف آرائی میں کھڑا کر کے تمام کے جسم و روح میں اتفاق کرانا۔ سنت انبیاء علیہم السلام پر پابند کر کے سب کو اہل سنت کی جماعت بنا دینا۔ طواف کعبہ۔ سعی بین الصفا والمروہ وقوف عرفہ۔ حجامت۔ قربانی۔ رمی جمار۔ نوافل۔ فرائض۔ سنن۔ نمازیں وغیرہ سب کے سب سنت ابراہیمی ہیں اور اسلام کی بنیاد بھی "ملت ابراہیمی" ہے۔ "ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً" آیت کا مطلب واضح ہے۔

انبیائے کرام کے لباس وغیرہ تبرکات } جب حضرت طالوت بادشاہ بنائے گئے تو بنی اسرائیل نے اپنے نبی حضرت سموئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ

طالوت کے بادشاہ بنائے جانے کا قدرتی نشان کیا ہے؟ جس کو دیکھ کر ہم جان لیں گے کہ اس کا تعین خدا کی طرف سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ صندوق جس کو "تابوت سکینہ" کہتے ہیں۔ جو بخت نصر تم سے چھین لے گیا ہے۔ وہ صبح بیت المقدس کے دروازہ پر پاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے پایا۔ اور یقین کیا۔

تابوت سکینہ میں کیا تھا } تفسیرات میں لکھا ہے۔ کہ "تابوت سکینہ" میں حضرت موسٰی و ہارون علیہما السلام کے کپڑے اور عصا اور انبیائے کرام کی تصویریں تھیں (دیکھئے جلالین)

اس صندوق سے کیا کام لیا جاتا تھا } اس صندوق کو بنی اسرائیل سامنے رکھ کر بنی اسرائیل فتح و نصرت کی دعا کرتے اور اس کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو اس کی برکت سے قبولیت اور فتح ہوتی تھی۔

تابوت سکینہ کی وجہ تسمیہ } قرآن مجید میں تابوت سکینہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ فیہ سکینۃ من ربکم یعنی اس صندوق میں تمہارے رب کی جانب سے تسکین تھی۔ اسی وجہ سے اس کا نام تابوت سکینہ پڑ گیا۔

عام حکم } اس واقعہ کی نفی مذکور نہیں۔ اور نہ اس کے حکم کی نفی ہے۔ لہٰذا یہ حکم تا قیامت باقی ہے۔ لہٰذا تبرکات کا مسئلہ اس آیت اور دیگر اس قسم کی آیات بینات کی شہادت میں واضح ہے۔ اور اس مسئلہ کی تائید احادیث نبویہ اور عمل صحابہ و تابعین و اولیائے کرام کرتے آئے ہیں۔ اور اب بھی اہل سنت والجماعت اس پر قائم ہیں۔

احادیث نبویہ سے تبرکات کا ثبوت } (۱) بخاری شریف کتاب الوضوء میں حضرت انس وغیرہ سے مروی ہے کہ اوّل ما اخذ شعر النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم عند حلق رأسہ ابو طلحۃ۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حجامت کے وقت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سب سے پہلے جس نے بال مبارک لئے وہ آپ کا جانثار صحابی ابو طلحہ تھا۔

(۲) اسی باب میں مذکور ہے کہ حضرت انس کے ایک رشتہ دار زید بن ارقم کے پاس بھی حضور علیہ السلام کے بال مبارک تھے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس حضور کا ایک بال مبارک کا ہونا مجھے دنیا اور مافیہا سے بڑھ کر محبوب ہے۔

(۳) اس کے علاوہ اور احادیث سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے بال مبارک تقسیم بھی کئے تھے۔ (طبرانی وغیرہ)۔

(۴) حضور علیہ السلام جب وضو فرماتے تو آپ کے وضو کا پانی صحابہ نیچے نہ گرنے دیتے اور کوئی اپنے منہ

پڑھتا اور کوئی پی لیتا۔ اور یہ مبارک پانی حاصل کرنے کے لئے لڑنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ یعنی معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک جلدی پانی لینا چاہتا ہے۔ اس طرح لڑنے کا وہم ہوتا تھا۔ (بخاری شریف)

(۵) جو شخص حضور علیہ السلام کو دیکھتا اور آپ کی کلام سنتا وہ ضرور ایمان لے آتا۔ ماسوائے چند بدنصیبوں کے۔

(۶) حضرت قتادہ کی آنکھ جو نکل چکی تھی اس کو آپ نے اپنے لعاب مبارک سے لگا کر ٹکا دیا۔ وہ بالکل درست ہو گئی۔ اور ایک صحابی کا بازو ٹوٹ گیا تو آپ کے چھونے سے وہ تندرست ہو گیا (خصائص وغیرہ)

(۷) آپ سے بیمار شفا پاتے اور آپ بحکم خدا مردے زندہ کرتے۔ چنانچہ عامر کا قصہ مشہور ہے جو حضرت شیث علیہ السلام کے وقت کا تھا۔ وہ عجیب و غریب طریقہ سے زندہ کیا گیا۔ آپ نے اس کی قبر سے ایک مٹھی مٹی پھینکی جو ایک سوکھی کھجور کے نیچے جمع ہو گئی۔ اور وہ کھجور اسی وقت ہری بھری ہو کر پھل لائی۔ شاہ یمن کی لڑکی اپنی سہیلیوں کے ہمراہ وہاں سے گذری اور یہ عجیب ماجرا دیکھ کر کہنے لگی آؤ اس کھجور کا پھل کھائیں۔ اس نے ایک کھجور کھائی اور کھاتے ہی کنواری لڑکی کو حمل ٹھہر گیا اور درد زہ شروع ہو گئی۔ آخر کار اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ عمر رسیدہ۔ داڑھی والا۔ ہاتھ میں عصا۔ آپ نے پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ بولا میرا نام عامر ہے۔ میں حضرت شیث علیہ السلام کے وقت کا باشندہ ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اب تو زندہ رہنا چاہتا ہے یا فوت ہونا چاہتا ہے۔ وہ بولا۔ حضور! میرا دل چاہتا ہے کہ خدا مجھے اتنی زندگی دے کہ میں جہاد کرتا ہوا شہادت پاؤں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۸) حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے پاس حضورؐ کا ایک کرتہ مبارک تھا جو پانی میں بھگو بھگو کر نچوڑ کر وہ پانی بیماروں کو پلاتے تو شفا ہوتی تھی۔

ہمارے ملک میں تبرکات! کہتے ہیں کہ جب تیمور لنگ نے عراق عرب پر حملہ کیا تو اس کے ہاتھ حضور علیہ السلام اور شاہ جیلانی کے تبرکات آگئے۔ وہ اپنے ہمراہ ہندوستان لے آیا۔ اور اس نے بحفاظت تمام رکھے۔ بعدہ ان کی بادشاہی کے زوال کے بعد سکھوں کے ہاتھ آئے۔ پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کے دوران میں ان کو باادب جگہ حفاظت سے رکھے۔ بعدہٗ ان کے کسی غلام کے ہاتھ آئے۔ اس نے دو حصے کر دیئے۔ ایک حصہ لاہور کی شاہی مسجد میں اور ایک حصہ مصری شاہ لاہور میں رکھا گیا۔ اب تک یہ دونوں قسم کے تبرکات موجود ہیں۔ اور عاشقان زار کی زیارت گاہ بنے ہوئے ہیں۔ پچھلے سال اخبار قومی دلیر گوجرانوالہ نے اس کا مفصل ذکر کیا تھا۔ اچھا خدا حافظ۔

بجناب فضیلت مآب محرمِ اسرارِ معرفت کاشفِ رموزِ حقیقت واقفِ راہِ طریقت جگر گوشہ شاہ جماعت جوہر الملت اختر برجِ نجابت گوہرِ درجِ ولایت اعلیحضرت مولانا الحاج حافظ سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی رونقِ آستانہ عالیہ علی پور شریف ضلع سیالکوٹ

(نذر گزار ننگِ اخیار قمر یزدانی پنڈانہ ضلع سیالکوٹ)

فخرِ سلیمی ہے سطوتِ اختر علی پوری — تابندہ تر ہے قسمتِ اختر علی پوری

خُلقِ نبی ہے سیرتِ اختر علی پوری — کتنی حسیں ہے طینتِ اختر علی پوری

بیکس نواز عادتِ اختر علی پوری — جود و نوال خصلتِ اختر علی پوری

نظروں میں حُسنِ صورتِ اختر علی پوری — ہے دل امینِ الفتِ اختر علی پوری

نورِ نگاہِ شاہِ جماعت علی ہیں وہ — اللہ رے یہ عظمتِ اختر علی پوری

فکرِ بلند آپ کا ہے کاشفِ رموز — بحرِ علوم حضرتِ اختر علی پوری

اُس درگہِ بلند کی رفعت کا کیا ذکر — حاصل ہے جس کو نسبتِ اختر علی پوری

ہر ذرہ رشکِ طور ہے دار العلوم کا — پھیلی ہے ہر سو طلعتِ اختر علی پوری

مقبولِ بارگاہِ جماعت علی ہے وہ — دل میں ہے جس کے الفتِ اختر علی پوری

اُس کی نظر ہے محرمِ اسرارِ معرفت — حاصل ہے جس کو بیعتِ اختر علی پوری

اللہ رے یہ قسمتِ خامہ کہ اے قمر
لکھتا ہے آج مدحتِ اختر علی پوری

سوال و جواب

مدیر مسئول

سوال:- ایک عورت دس مردوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک راہ گذر نے دیکھا تو اس کو برا جانا اور ملامت کی۔ عورت نے کہا یہ مرد میرے محرم ہیں۔ ان میں سے ایک میرا خاوند ہے اور پانچ میرے غلام ہیں اور چار میرے بھائی ہیں اور یہ سب ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ مہربانی فرما کر بذریعہ انوار الصوفیہ اس کی صورت سمجھا دیں۔

جواب:- صورت اس کی یہ ہے کہ اس عورت نے ایک لونڈی خریدی تھی اس کے چھ لڑکے تھے اس نے ان چھ لڑکوں سے ایک کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ پھر اس نے وہ لونڈی اپنے باپ کو ہبہ کر دی۔ لونڈی نے اس کے باپ سے چار بچے جنے۔ یہ چار اس کے بھائی ہیں۔ اور جو پہلے چھ لڑکے تھے ان میں سے ایک اس کا شوہر اور باقی پانچ اس کے غلام ہیں۔ حالانکہ یہ سب ایک ہی بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔

سوال:- کیا حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گوہ نے شہادت دی تھی۔ یہ کیا معجزہ ہے۔ اس کو تفصیل سے بیان کریں تاکہ ایمان تازہ ہو۔

جواب:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں جو مدینہ منورہ میں ہے انصار و مہاجرین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی آیا۔ اس نے کہا عورتیں کسی زبان والے پر جمع نہیں ہوئیں جو تجھ سے زیادہ جھوٹا ہو۔ اگر تم میں ایک خصلت نہ ہوتی تو میں آپ کی گردن اڑا دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف جھپٹے کہ اس نابکار کو قتل کر دوں اور اس کو گستاخی کا مزا چکھا دوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا عمر چھوڑ دے نبی کی شان یہ نہیں ہوتی کہ وہ کسی بات سے طیش میں آ جائے۔ بلکہ وہ حلم والا اور بردبار ہوتا ہے۔ پھر آپ نے بڑی شیریں زبان سے اس کو فرمایا اے بنی سلیم کے معزز فرد خدا کی قسم میں آسمان میں امین ہوں۔ ملائکہ کے نزدیک محمود (تعریف کیا گیا) ہوں زمین میں امین ہوں اور آدمیوں کے نزدیک محمود ہوں۔ تو مجھ کو میری مجلس میں نہ ستا مگر نیک بات اور نہ کہہ میرے حق میں مگر حق اور سچی بات۔ اس نے آپ کے سامنے گوہ پھینکی اور کہا لات اور عزیٰ کی قسم ہے میں

ایمان نہیں لاؤں گا۔ اور آپ کو پیغمبر خدا نہیں مانوں گا جب تک کہ یہ گوہ تیری شہادت نہ دے۔ آپ نے فرمایا۔ اے گوہ تیرا رب کون ہے۔ اس نے کہا میرا رب وہ ہے جس کا عرش آسمانوں پر ہے اور جس کا غلبہ زمینوں میں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں کون ہوں۔ اس نے کہا آپ محمد بن عبداللہ تمام پیغمبروں کے سردار اور متقیوں کے امام اور عز المجلیں کے قائد ہیں۔ جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوا۔ جس نے آپ کی تکذیب کی او منہ پھیرا وہ گھاٹے میں پڑا۔ وہ اعرابی ہنس پڑا اور مجلس سے اٹھ کر جانے لگا۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی کیا تو خدا کو اور پھر مجھ کو ٹھٹھا کرتا ہے۔ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم جب میں آپ کی خدمت میں آیا اس وقت روئے زمین پر آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی برا انسان نہیں تھا۔ اور اب آپ سے زیادہ کوئی شخص میری طرف محبوب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا مسلمان ہو جا تو عذاب نار سے بچ جائے گا۔ وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خوشی کے جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ نے خوشی میں آ کر ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔

سوال۔ صدقہ کس کو کہتے ہیں اور اس کے فضائل کیا ہیں۔

جواب۔ اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کسی غریب اور محتاج کو کچھ دینا صدقہ ہے۔ اس کے فضائل میں میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ منصور بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑے عالم اور بزرگ ہوئے ہیں لوگوں کو وعظ سنا رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر چار درہموں کا سوال کیا۔ منصور بن عمار نے کہا جو کوئی اس کو چار درہم فی سبیل اللہ دے گا میں اس کے لئے چار دعائیں کروں گا۔ ایک یہودی کا غلام بھی مجلس میں حاضر تھا۔ اس کے پاس چار درہم تھے اس نے وہ سائل کو دے دیئے پھر اس نے کہا میں غلام ہوں آپ دعا کیجئے میں آزاد ہو جاؤں۔ میں فقیر ہوں دعا کیجئے میں غنی ہو جاؤں۔ میں گنہگار ہوں دعا کیجئے میں بخشا جاؤں۔ میرا مالک یہودی ہے دعا کیجئے وہ مسلمان ہو جائے۔ منصور نے اس کے لئے یہ چاروں دعائیں کر دیں۔ جب وہ گھر گیا تو اس کے یہودی مالک نے پوچھا تو نے دیر کیوں کی۔ تو کہاں چلا گیا تھا۔ اس نے کہا میں منصور بن عمار کی مجلس میں تھا۔ میں نے چار درہم صدقہ کیا ہے اور انہوں نے میرے لئے چار دعائیں کی ہیں۔ یہودی نے کہا وہ چار دعائیں کیا ہیں۔ اس نے کہا ایک دعا انہوں نے میری آزادی کی مانگی تھی۔ یہودی نے کہا تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔ پھر اس نے کہا دوسری دعا یہ تھی کہ میں غنی ہو جاؤں اس نے کہا میں نے تجھے چار ہزار درہم دیا۔ پھر اس نے کہا تیسری اس نے یہ دعا مانگی تھی کہ تو مسلمان ہو جائے۔ اس نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر اس نے کہا چوتھی میرے اور تیرے لئے بخشش کی دعا مانگی تھی۔ اس نے کہا اس کا پورا کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ اس کے بعد اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی

کہنے والا کہہ رہا ہے جو تیرے بس میں تھا وہ تو نے کیا۔اب جو میرے بس میں ہے وہ میں کرتا ہوں۔ جاؤ میں نے تم کو اور تیرے غلام کو اور واعظ اور تمام حاضرین کو بخش دیا۔

دیکھئے صدقہ کرنے کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے غلام کی چار مرادیں فوراً اور اسی وقت پوری کر دیں۔

سوال ـ سانپ کو مارنے کا بھی کوئی ثواب ہے۔ عام لوگوں سے سنا ہے کہ سانپ مارنے کی حدیثوں میں بڑی فضیلت ہے۔ مہربانی فرما کر آپ اس پر ذرا روشنی ڈالیں۔

جواب ـ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں ہے جو کوئی سانپ کو مارے اس کے اعمال نامہ میں سات نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور جو کوئی سانپ کو اس ڈر سے چھوڑ دے کہ مجھے کوئی تکلیف پہنچے گی وہ ہم سے نہیں۔ اور جس نے چھپکلی کو قتل کیا اس کو ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے جس کسی نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مارا اس کے لئے ستر نیکیاں ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے سانپ کو مارا اس نے گویا مشرک کو مارا۔

کفر کا فتویٰ اور احتیاط

وقد ذکروا ان المسئلۃ بالکفر اذا کان لہا تسع وتسعون احتمالاً الکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولیٰ للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی لان الخطاء فی ابقاء الف کافر اھون من الخطاء فی افناء مسلم واحد۔ شرح فقہ اکبر علامہ علی قاری صـ۲۰۱

مشائخ طریقت اور آئمہ دین نے کہا ہے۔ کفر کے مسئلہ میں اگر ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اس کی نفی کا ہو تو کفر کا فتویٰ صادر کرنا اچھا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہزار کافر کو کفر پر باقی رکھنے کی غلطی سے ایک مسلمان کو اسلام سے خارج کرنے کی غلطی بدترین غلطی ہے۔

واذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہما احدھما کما فی الصحیحین۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب کسی نے اپنے بھائی کو کہا اے کافر۔ تو ان دونوں سے ایک کافر ہوا یعنی جس کو کافر کہا ہے وہ کافر نہیں تو کفر کہنے والے پر لوٹ آئے گا اور وہ کافر ہو جائے گا۔

ایمان دار اللہ کا ولی ہے۔ جس نے اللہ کے ولی سے عداوت رکھی اللہ اس کو لڑائی کا اعلان کرتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے لڑائی کا اعلان کیا وہ تباہ ہو جائے گا۔

آستانہ عالیہ جماعتیہ نقشبندیہ علی پور شریف کے

اخبار و احوال

فخر الاماثل حضرت مولانا شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب سجادہ نشین علی پور شریف دامت برکاتہم ۳۰ نومبر بروز پیر قصور نبدیعہ کار سالانہ عرس شریف کی تقریب پر تشریف لائے۔ یاران طریقت قصور اور دیہات نے حضور کا لاریوں کے اڈے پر شاندار استقبال کیا۔ آپ نے قصور میں صرف دو دن قیام فرمایا۔ پھر آپ عارف والا کے لئے تشریف لے گئے۔ ابھی تک آپ کے علی پور شریف آنے کی ادارہ کو کوئی اطلاع نہیں آئی۔ منبع علم و عرفان جبر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب علی پور شریف تشریف فرما ہیں۔ امید ہے کہ آپ رمضان شریف تک علی پور شریف تشریف رکھیں گے۔ معدن کرامت حضرت معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب اور مظہر فضائل مولانا الحاج پیر سید انور حسین شاہ صاحب و دیگر بزرگ حضرات اور صاحبزادگان علی پور شریف تشریف فرما ہیں۔ مدرسہ نقشبندیہ میں بعد از امتحان ۵ شعبان سے ۱۰ شوال تک تعطیلات رہیں گی۔ امسال خدا کے فضل و کرم سے کئی طلبا دورہ حدیث سے فارغ ہوئے اور کئی آئندہ سال دورہ حدیث میں داخل ہونے کے لائق ہوئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ علم و عرفان کے اس چشمہ کو تا روز قیامت اسی طرح جاری رکھے آمین۔ رئیس المتکلمین مولانا الحاج پیر بشیر حسین شاہ صاحب علی پور شریف تشریف فرما ہیں۔

بعید افسوس ہے گذشتہ شمارہ میں جملہ قارئین کی خدمت میں زکوٰۃ سے رسالہ کی مالی اعانت کرنے کی اپیل کی تھی۔ اس پر سوائے دو ایک صاحبوں کے کسی نے توجہ نہیں کی۔ اور جن بہت سے عزیز حضرات کی خدمت میں اعانت کے لئے مطبوعہ چٹھیاں بذریعہ بک پوسٹ ارسال کی تھیں ان میں سے بھی کسی نے مالی زکوٰۃ سے دستگیری نہیں کی جس کا ادارہ کو بے حد افسوس ہے۔

ارتحال گزشتہ ماہ آگرہ میں جناب حکیم قمر الزمان صاحب مرحوم کی اہلیہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئی ہیں۔ مرحومہ نہایت صالح خاتون تھیں اور حضرت قبلہ عالم امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مریدہ تھیں۔ قارئین سے استدعا ہے کہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

The Monthy
ANWAR-UL-SOOFIA